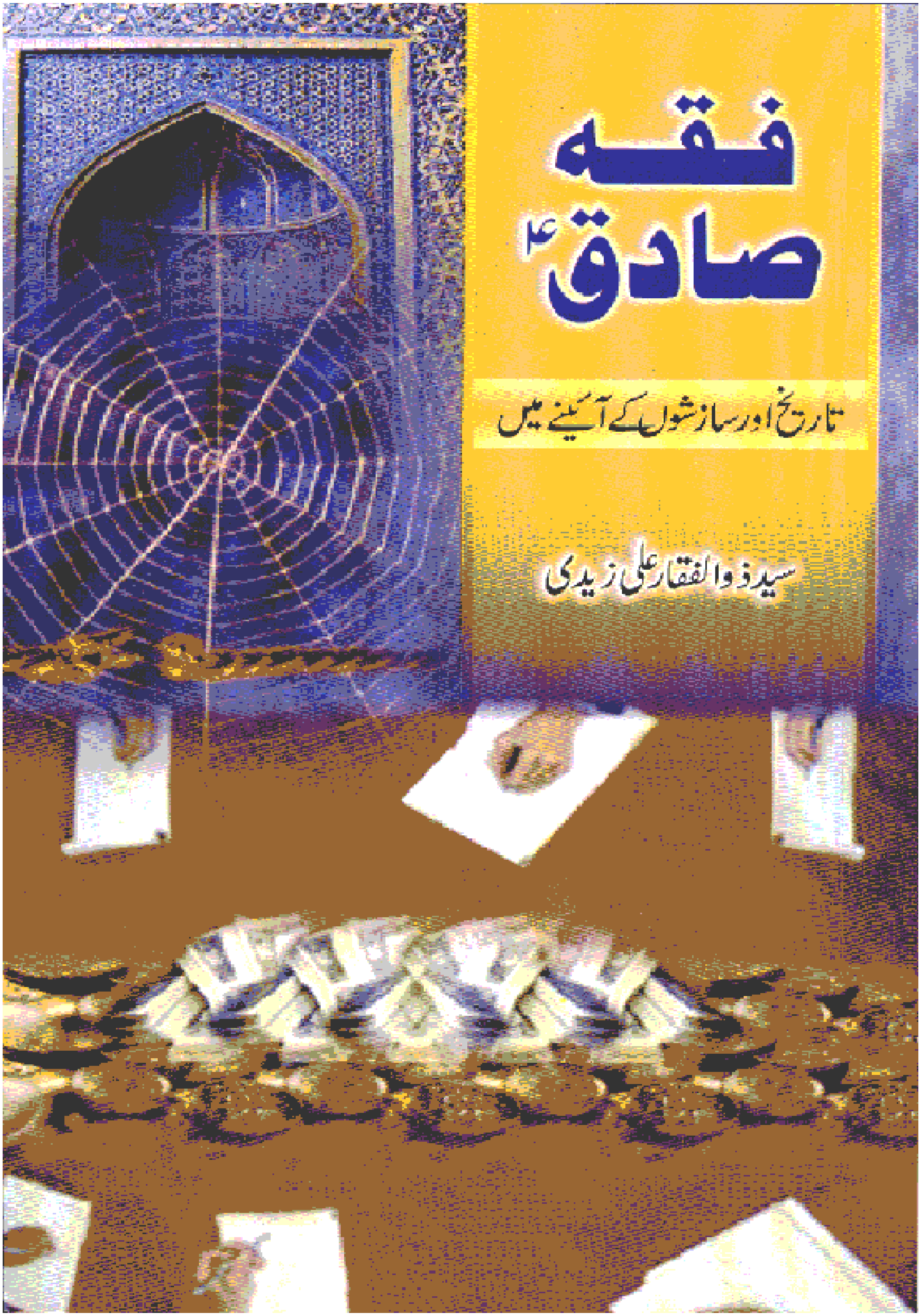
فقہ صادقؑ
تاریخ اور سازشوں کے آئینے میں
سید ذوالفقار علی زیدی

فقہ صادقؑ

تاریخ اور سازشوں کے آئینے میں

ازقلم

ذوالفقار علی زیدی

الحرمین پبلشرز پاکستان۔ کراچی

کتاب کی شناخت

نام کتاب:
فقہ صادقؑ (تاریخ اور سازشوں کے آئینے میں)
مؤلف:
ذوالفقار علی زیدی
نظر ثانی:
حجۃ الاسلام والمسلمین سید علی مرتضیٰ زیدی
کمپوزنگ:
ولایت علی آغا
ناشر:
الحرمین پبلشرز پاکستان کراچی
چھاپ خانہ:
عمار پرنٹرز پاکستان چوک کراچی
سال اشاعت:
۲۰۰۶ء
طبع:
اول
ملنے کا پتہ:
علی بکڈپو، اے۔۸۴، عباس ٹاؤن، گلشن اقبال
ابوالحسن اصفہانی روڈ، کراچی پوسٹ بکس ۱۷۸۴۸
فون: 4641362
szazaidi_astore@yahoo.com
szazaidi52@hotmail.com

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱......	حرفِ تشکر	۴
۲......	مذہب تشیع کے خلاف ایک عظیم سازش	۵
۳......	عرضِ ناشر	۱۴
۴ ..	سلسلۂ کشف وانکشاف	۲۶
۵	علم اصول کی تدوین میں ائمہ معصومینؑ کا کردار	۴۰
۶......	آیۃ اللہ سید سعید الحکیم طباطبائی سے مرجعیت کے بارے میں سوال	۵۶
۷......	شیعہ علمی حوزوں میں علم فقہ کی تاریخ	۶۵
۸......	مآخذ و مدارک	۷۹
۹......	پیش حرف	۸۲
۱۰......	رثاء محسن الحکیمؒ از نسیم امروہویؒ	۸۶

حرفِ تشکر

اس کتاب کا پہلا مضمون ہمیں مجمع جہانی شیعہ شناسی کے مدیر جناب حجۃ الاسلام والمسلمین آقای علی انصاری نیا کے توسط سے ملا، جسے ترجمہ کر کے ہدیہ ناظرین کر رہے ہیں۔ جس پر ادارہ محترم کا بیحد شکر گزار ہے۔

کتاب میں سب سے پہلے اس مقالے کو جگہ اس لیے دی گئی ہے کہ ہمارے قارئین اسلام دشمنوں کے عزائم سے واقف ہوں اور ان لوگوں کو پہچاننے کی کوشش کریں جو دراصل اسلام دشمن قوتوں کے لیے کام کر رہے ہیں، مگر اپنے آپ کو شیعہ کہتے ہیں اور اہلبیت سے وابستگی کا اظہار کرتے ہیں، جو ان کی منافقت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

ناشکری ہوگی اگر ہم ممتاز دانشور، عالم دین حجۃ الاسلام والمسلمین سید علی مرتضیٰ زیدی کا شکریہ ادا نہ کریں کیونکہ آپ نے اپنا قیمتی وقت نکال کر اس کتاب کو پڑھا اور ہمیں ہدایات دیں اور اصلاح کی۔ خداوند عالم سے دعا ہے کہ آپ کی توفیقات میں اضافہ فرمائے۔

ادارہ

بسمہ تعالیٰ

مذہب تشیع کے خلاف ایک عظیم سازش

امریکہ میں ایک کتاب "A plan to divide and destroy the theology" شائع ہوئی ہے جس میں C.I.A کے شعبہ شیعہ کے اہم رکن Babwoodwords نامی سابقہ سربراہ کے دست راست ڈاکٹر مائیکل برانٹ کا تفصیلی انٹرویو شائع ہوا ہے۔ اس نے اپنے انٹرویو میں جھنجوڑنے والے رازوں سے پردہ اٹھایا ہے اور C.I.A کے بارے میں کہا کہ انہوں نے مالی فساد کے ذریعے نوسوملین ڈالر کا بجٹ جو شیعوں کے خلاف کارکردگی کیلئے مختص کیا گیا تھا اس میں خرد برد کیا ہے۔ اس نے مزید کہا ہے کہ C.I.A کے افسران نے کولمبیا اور افغانستان کے منشیات کے تاجروں سے بھی بڑی بڑی رقوم لے کر ذاتی اخراجات پر خرچ کی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ڈاکٹر مائیکل برانٹ نے مذکورہ شعبے میں طویل مدت تک کام کیا ہے۔ کچھ عرصہ پہلے مالی اور انتظامی خرابی کی وجہ سے اسے اپنے منصب سے برطرف کیا گیا تھا۔ اس لئے اس نے انتقاماً محرمانہ رازوں سے پردہ اٹھایا۔

ہم یہاں اس طویل انٹرویو کے چند نکات پیش کرتے ہیں تاکہ شیعیان علی اپنے خلاف کی جانے والی سازشوں سے آگاہ ہو جائیں۔ ڈاکٹر مائیکل برانٹ کہتا ہے کہ عالم اسلام صدیوں پہلے مغربی حکومتوں کے زیر تسلط تھا۔ اگرچہ گزشتہ صدی میں بہت سارے اسلامی ممالک آزاد ہو گئے ہیں، لیکن ان کے استقلال و آزادی پر مغربی ثقافت، سیاست اور تعلیم مسلط رہی ہے۔ خاص طور پر ان ممالک کا سیاسی نظام ہمارے کنٹرول میں تھا اور ان ممالک کی آزادی کے بعد بھی انہوں نے اپنی تہذیب کو سکھانے کی طرف کوئی توجہ نہیں دی بلکہ مغربی نظام کو اپنے معاشروں پر رائج رکھا۔

وہ مزید کہتا ہے کہ انقلاب اسلامی ایران نے ۱۹۷۸ء میں ہماری سیاست کو زیادہ نقصان پہنچایا۔ پہلے ہم خیال کرتے تھے کہ یہ حالات شاہ ایران کے انتہائی غلط، ناقص، ظلم و جبر اور پریشان کرنے والی سیاست کے خلاف ملت ایران کا فطری ردعمل ہے جس سے مذہبی عناصر بھی فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ ہمیں امید تھی کہ شاہ ایران کے برطرف ہونے کے بعد ہم اپنے ایجنٹوں کو استعمال کر کے اپنی سیاست کو دوبارہ دوام بخشیں گے۔

پہلے دو تین سالوں میں امریکہ کی سخت ناکامی کے بعد سفارت امریکہ کے پکڑے گئے افراد اور صحرائے طبس میں ہوائی جہازوں کی نابودی اور اسلامی بیداری کی زیادہ نشو و نما کے بعد، مغرب سے نفرت اور اس کے بعد انقلابی جوش و خروش کے اثرات کا ظہور مختلف ملکوں خصوصاً لبنان، عراق، کویت، بحرین اور

پاکستان میں ہوا تو C.I.A کے اعلیٰ عہداروں کی ایک میٹنگ ہوئی جس میں انگلینڈ کی خفیہ سروس کے نمائندے Mi6 نے بھی شرکت کی (کیونکہ انگلینڈ کا ان ممالک کے بارے میں تجربہ زیادہ ہے)۔ اس میٹنگ میں معلوم ہوا کہ ایران کا انقلاب شاہ ایران کی ناقص سیاست کے فطری ردعمل کا نتیجہ نہیں تھا بلکہ باطن میں اس کے کچھ اور اسباب اور دوسرے حقائق بھی موجود تھے۔ ان اسباب میں سے اہم ترین سبب ایران کے مذہبی مراجع کا ایران کے سیاسی نظام کی رہبری حاصل کرنا اور پیغمبر اسلام کے نواسہ حسینؑ کی ۱۴۰۰ سال قبل شہادت کا واقعہ ہے جس کی یاد میں شیعہ کئی صدیوں سے نہایت غم واندوہ کے ساتھ عزاداری کرتے ہیں۔ یہی دو مرکزی ستون ہیں جن کی بنا پر شیعہ مسلمان دوسرے مسلمانوں سے زیادہ متحرک اور فعال نظر آتے ہیں۔ اس میٹنگ میں طے پایا کہ شیعہ اسلام کے مطالعہ کے لئے اور اس پروجیکٹ پر عمل درآمد کے پروگرام بنانے کیلئے ایک الگ اور مستقل شعبے کی بنیاد ڈالی جائے اور اس کیلئے سب سے پہلا بجٹ چالیس ملین ڈالر (دو ارب چالیس کروڑ روپے) منظور ہوا۔ مائیکل برانٹ کے مطابق اس پروجیکٹ کو تکمیل تک پہنچانے کیلئے تین مرحلے زیرنظر رکھے گئے:

۱۔ اطلاعات کا جمع کرنا data collection اور مکمل اعداد وشمار کی جمع آوری۔

۲۔ مختصر وقت کے مقاصد short term target شیعوں کے خلاف

پروپیگنڈے کرنا اور شیعہ سنی اختلافات کو ہوا دیکر فسادات پیدا کرنا اور سنی اکثریت کے ساتھ ان کی لڑائی کرانا تاکہ ان کی توجہ امریکہ کی طرف مبذول نہ ہو سکے۔

۳۔ طویل مدتی اغراض و مقاصد long term target۔ تشیع کو ختم کرنے کیلئے طویل مدت کے اغراض پر عملدرآمد کے پہلے مرحلے میں پوری دنیا میں محققین بھیجے گئے۔ ان میں سے کچھ افراد پاکستان بھی بھیجے گئے جن کے نام مضمون میں لکھے ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک ڈاکٹر شومویل کا نام ہے۔ انکا کام کراچی کی عزاداری کے بارے میں تحقیق کرنا تھا۔ انہوں نے اپنی ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی اور کراچی کے ایک شیعہ نشین علاقے رضویہ سوسائٹی میں بعنوان paying guest مقیم تھے اور اسی طرح ایک جاپانی نکومہ نامی عورت نے بھی بلوچستان کے کوئٹہ نامی شہر میں ہزارہ قوم کے شیعوں کے درمیان رہ کر شیعہ شناسی کے موضوع پر اپنی ڈاکٹریٹ کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔

ابتدائی اور سرسری جائزہ کے طور پر درج ذیل تین سوالات پوچھے گئے:

۱۔ شیعہ حضرات دنیا کے کن علاقوں میں رہتے ہیں اور کتنی تعداد میں ہیں؟ اور انکے عقیدتی اور معاشرتی حالات کیا ہیں اور انکے باہمی اختلافات کیا ہیں؟

۲۔ شیعوں کے داخلی واندرونی تضادات کو کس طرح متحرک کیا جاسکتا ہے؟

۳۔ شیعوں اور سنیوں کے درمیان موجودہ اختلافات کس طرح بڑھائے جاسکتے ہیں؟

ڈاکٹر مائیکل برانٹ کہتا ہے: ہم نے بہترین خطوط پر تمام ممالک کے شیعوں کے بارے میں اطلاعات جمع کرنے کے بعد مندرجہ ذیل نکات حاصل کیئے:

۱۔ شیعوں کے مراجع تقلید اس مذہب کی طاقت کے حقیقی سرچشمہ ہیں جو ہر زمانے میں دین کی حفاظت کرتے ہیں اور اسکے اصول پر ثابت قدمی کے ساتھ قائم رہتے ہیں۔ انہوں نے تشیع کے طویل تاریخ میں کبھی بھی غیر اسلامی حاکم کی بیعت نہیں کی۔ ایک مرجع (آیۃ اللہ شیرازی) کے فتویٰ کے سبب انگریز ایران میں داخل نہ ہوسکے۔

نیز انہوں نے کہا: شیعوں کا عظیم ترین علمی مرکز عراق میں تھا جسے صدام اپنی تمام کوششوں کے باوجود نہ خرید سکا بلکہ اسے بند کرنے پر مجبور ہوا جو ابھی تک ویران ہے۔ دنیا کے دوسرے علمی مراکز نے وقت کے حکام کے ساتھ ہم آہنگی کی ہے، جبکہ ایران کے علمی مرکز قم نے ظالم شہنشاہیت کے تخت کو الٹ دیا اور ایک سپر پاور امریکہ کے مقابلے میں کھڑا ہوا۔ لبنان میں آیۃ اللہ موسیٰ صدر کی تحریک نے انگلینڈ، فرانس اور اسرائیل کی افواج کو بھاگنے پر مجبور کیا اور اسرائیل کی تاسیس کے بعد، ایک بہت بڑی مزاحمت حزب اللہ کی شکل میں

وجود میں آئی۔ ان تمام معلومات کی بنا پر ہم اس نتیجہ پر پہنچ گئے کہ براہ راست شیعوں کو نقصان پہنچانا اور اپنی پیروی کروانا بہت مشکل ہے۔ لہذا یہ طے پایا کہ پس پردہ رہ کر کام کرنا چاہیئے اور ہم نے انگلینڈ کے پرانے فارمولے (تقسیم کرو اور حکومت کرو) کو ایک دوسرے فارمولے (تقسیم کرو اور ختم کرو) میں بدل کر اس پر عملدرآمد شروع کیا۔

انہوں نے یہاں پر لمبی مدت کے مقاصد کا اعلان کیا۔ ہم ان مقاصد کا خلاصہ ذکر کرتے ہیں:

جن افراد کو شیعوں سے اختلاف ہے۔ ان کو شیعوں کے خلاف منظم اور مظبوط کر کے انکے ہاتھوں شیعوں کے کافر ہونے کے تصور کو پھیلانا ہے اور منفی پروپیگنڈوں کے ذریعے شیعوں کو عام مسلمانوں کے معاشرے سے الگ تھلگ کیا جائے۔

انہوں نے لکھا ہے کہ یہ منصوبہ بھی طے ہوا کہ جاہل اور کم پڑھے لکھے افراد کو جمع کر کے انکی تقویت کریں جب انکی تعداد مناسب ہو جائے تو شیعوں کے خلاف مسلح جہاد شروع کرا دیں اور دوسری طرف بڑی ہوشیاری کے ساتھ ایک محاذ شیعوں کے مراجع کے خلاف کھولیں جو انکے درمیان (ففتھ کالم) بن جائیں اسطرح شیعیت کا چہرہ مسخ ہو جائے گا اور نوبت یہ آئے گی کہ ہر خاص و عام میں غیر مقبول ہو کر رہ جائے گا اور انکے مراجع عام لوگوں میں نفرت کا نشانہ بنیں گے۔

ڈاکٹر مائیکل برانٹ کہتا ہے: شیعہ واقعہ کربلا ، کی یاد میں جمع ہو کرعزاداری کے مراسم برپا کرتے ہیں۔ ایک آدمی مجلس پڑھتا ہے اور واقعہ کربلا بیان کرتا ہے اور سامعین اسکو سنتے ہیں اور مجلس کے بعد جوان سینہ زنی اور نوحہ خوانی کرتے ہیں یہ ذاکر اور سامعین ہمارے لئے بہت اہم ہیں کیونکہ انہی عزاداری کی مجالس سے شیعوں میں جوش وخروش اور آزادی کی چاہت اور باطل کے خلاف جنگ کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے لہذا ہم نے مجلس پڑھنے والوں، مجالس کے بانیوں اور سامعین کو اپنے کنٹرول میں لینے کے لئے کئی ملین ڈالرز کی رقم مختص کی ہے اور یہ کام اس طریقے سے انجام پاتا ہے کہ پہلے مرحلہ میں ہم شیعوں میں سے ایسے افراد تلاش کرتے ہیں کہ جو اثر ونفوذ والے ہونے کے ساتھ شہرت اور دولت کے دلدادہ ہوں نیز اپنے عقائد میں کمزور ہوں تاکہ ہم ان کے ذریعے عزاداروں میں نفوذ پیدا کریں۔ ان افراد کے ذریعے مندرجہ ذیل کام انجام دلوائے جاسکتے ہیں:

۱۔ ایسے مرثیہ خوانوں کی سرپرستی کرنا جو شیعوں کے حقیقی عقائد سے بے خبر ہیں۔

۲۔ شیعوں میں ان افراد کو تلاش کر کے انکی مالی مدد کریں جو اپنی تحریروں (۱) کے ذریعے شیعوں کے عقائد اور مراکز کو نشانہ بناسکیں اور تشیع کی بنیادیں منہدم کرسکیں اور لوگوں کو یہ باور کرادیں کہ مذہب شیعہ مجتہدین کا ساختہ و پرداختہ ہے جس کے ذریعے یہ لوگ اپنے مفادات حاصل کرتے ہیں۔

۳۔ عزاداری میں ایسے رسومات کی حفاظت یا اضافہ کرنا جو شیعوں کے عقائد کے ساتھ ٹکراؤ رکھتے ہوں۔(۱)

۴۔ عام معاشرے میں عزاداری کا چہرہ اسطرح پیش کیا جائے کہ جگہ جگہ عزاداری کے مراسم کی وجہ سے یہ محسوس ہو کہ تشیع ایک جاہل اور توہم پرست گروہ ہے اور محرم میں عام لوگوں کے لئے بہت ساری مشکلات پیدا کرتا ہے ایسے پروگراموں کے لئے خاصی بڑی رقم خرچ کی جاتی ہے اور مرثیہ خوانوں کی خوب تشویق کی جاتی ہے اس طریقہ سے تشیع جو ایک منطقی قوت وطاقت کا مالک مذہب ہے، محض ایک درویشی مذہب میں تبدیل ہوتا ہے اور اندر سے کھوکھلا ہو کر رہ جاتا ہے اور اس طرح سے عوام الناس کے درمیان نفرت اور خود شیعوں میں فرقہ بندی وسعت پاتی ہے۔ آخر میں ان پر الگ سے تیار کی ہوئی جہادی طاقتوں کے ہاتھوں حملہ کرا کے انہیں نابود کیا جا سکتا ہے۔

۵۔ تشیع کی مرجعیت کے خلاف تحقیق کر کے بہت سارے مطالب جمع کئے جائیں اور اسکے بعد یہ مطالب زر پرست اور گمنام لکھنے والوں کو دیئے جائیں اور ان کی نشر اشاعت کیلئے خوب پیسے خرچ کئے جائیں اور یہ لٹریچر (۲) مداحوں، مرثیہ خوانوں، ذاکروں اور جاہل ماتمی گروہوں کے ہاتھوں شیعہ عوام میں مخفی طور پر پھیلائے جائیں۔ اس طرح آخری مرحلہ میں شیعہ خود شیعوں کے خلاف آواز اٹھائیں گے اور ۲۰۱۰ء تک مرجعیت یا دوسرے الفاظ میں تشیع

کا مرکز ختم ہو جائے گا اور باقی ماندہ شیعہ لوگ پراگندہ و متفرق ہو جائیں گے۔ اس طرح مرجعیت جو آج ہماری حکومتوں کے سامنے تشیع کے دفاع کا ایک محکم بند تھا خود شیعوں کے ہاتھوں ٹوٹ پھوٹ جائے گا۔

ڈاکٹر مائیکل برانٹ آخر میں کہتا ہے: ''ان پروگراموں میں سے بعض پروگراموں پر عمل ہو رہا ہے اور بعض دوسروں کو بھی آیندہ عملی جامہ پہنایا جائے گا۔''

آخر میں آپ سے گذارش ہے کہ فکر کریں اور توجہ دیں کہ سلسلۂ کشف وانکشافات جیسی کتابیں لکھ کر یہ لوگ کن افراد کے مقاصد کو عملی جامہ پہناتے ہیں؟ ایسے لٹریچر کو شائع کرنے والے اداروں خصوصاً المدار جعفری بکڈپو جیسے لوگوں کو ملت پہچان لے۔

ترجمہ: سید ذوالفقار علی زیدی

مدیر الحرمین دارالترجمۃ کراچی پاکستان

پوسٹ بکس 17848 پوسٹ کوڈ 75300 گلشن اقبال کراچی

szazaidi_astore@yahoo.com

szazaidi52@hotmail.com

عرض ناشر

آپ نے گذشتہ صفحات میں مذہب حقہ کے خلاف ہونے والی سازشوں کے بارے میں تفصیل سے پڑھا اور دشمنوں کی سازشوں سے آگاہی حاصل کی۔ ہمارے مذہبی مستحکم ستون مرجعیت اور عزاداری کے بارے میں دشمنوں کے خیالات اور عزائم کو بھی جان لیا، جنہوں نے عہد کر رکھا ہے کہ ۲۰۱۰ء تک مرجعیت کو ختم کریں اور عزاداری میں بے بنیاد مراسم کو داخل کر کے اسے بے مقصد بنائیں۔ نیز دوسرے پڑھے لکھے افراد کے سامنے ان مراسم کو مضحکہ خیز بنا کر پیش کریں۔ اس میں کامیاب بھی ہوئے ہیں۔ اگر آپ ۱۳ رجب اور ۳ شعبان، ۱۵ شعبان کو خوشی منانے کے انداز سے یقین حاصل کر سکتے ہیں جو اہلبیت کی تعلیمات سے بالکل دور ہیں، سیٹیاں اور تالیاں بجانا کفار مکہ کا طریقہ تھا، جس کی قرآن نے ''اِلاّ مکاءً و تصدیہ'' کہہ کر مذمت کی اور حال ہی سے یہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔ فقہائے اہلبیت اس سے بے خبر نہیں۔

افق حوزہ کے شمارہ ۴۴ مورخہ ۲۸ شہریور میں مرجع مسلمین فقیہ اہلبیت

حضرت آیۃ اللہ العظمی محمد فاضل لنکرانی دام ظلہ العالی نے ۱۵ شعبان کے مراسم کی مناسبت سے ایک بیان دیا تھا جس میں آپ نے ملت کے غیور نوجوانوں کو اس طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا تھا کہ ''نوجوانوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ خرافات کے ذریعے اسلام کا حقیقی چہرہ بگاڑنے سے محفوظ رکھیں۔ایسے اعمال بجالائیں جو اس ہستی کے نزدیک بھی قابلِ قبول ہو، جس کا یوم ولادت اس روز مناتے ہیں۔اگر ایسا نہیں کریں گے تو دشمنوں کو طعنے دینے کا موقع فراہم کرنے والے بن جائیں گے۔اس لیے نوجوانوں کا فریضہ ہے کہ اسلام کے حقیقی اور اصیل معارف سے آشنا ہوں تاکہ انتظار کی حقیقت تک رسائی حاصل کرسکیں۔''

درد دل رکھنے والے جید علماء ملت کے غیور افراد کو ان کے فریضہ سے آگاہ کرتے ہیں مگر دوسری طرف ہمارے پاس نئے نئے رواج پانے والے مراسم اور اپنے مراجع کے بارے میں منافقوں کے لٹریچر سے آپ اندازہ کرسکتے ہیں کہ دشمن اپنے مقصد میں کہاں تک کامیاب ہوا ہے؟ اور ہم کس قدر خواب غفلت میں ہیں۔دشمن نے ایسے افراد کو ہی شیعوں کے خلاف چنا ہے جو ہمارے معاشرے میں شیعہ ہونے کے ناطے پہچانے جاتے ہیں، جنہوں نے جاہلانہ تحریروں کے ذریعے دشمن کے ناپاک عزائم کو پورا کرنے کی ایک ناکام کوشش کی ہے اور شاید چند ایک کمزور ایمان والے مومنوں کو دھوکہ دینے میں کامیاب بھی ہوئے ہیں۔کچھ کتابیں اس موضوع پر بڑی تیزی کے ساتھ پھیل

رہی ہیں۔ جنہیں آپ سلسلۂ ''کشف وانکشافات'' کہہ سکتے ہیں۔ اور اس موضوع پر الحرمین پبلشرز کا دوسرا کتابچہ ملاحظہ فرمائیں گے جس میں ان منافقین کی زبان میں ان کو جواب دیا گیا ہے۔ جو عنقریب آپ کے ہاتھوں میں ہوگا، جبکہ نماز جمعہ احادیث کے آئینے میں پہلے شائع ہو چکا ہے۔

حضرات معصومین علیہم السلام کے بعد حضرات علماء وفقہاء نے دین حقہ کی حفاظت کا بیڑا اٹھایا اور دین حقہ کو اہلبیت عظام کی تعلیمات کی روشنی میں دوسروں تک پہنچایا۔ ہمارے علمائے کرام دراصل ہم تک حضرات اہلبیت عظام کے ارشادات پہنچانے کے امین ہیں۔ جنہوں نے کمال دیانتداری کے ساتھ اپنا فریضہ بڑے نامساعد حالات میں پورا کیا۔ اور اس راہ میں بڑی بڑی مصیبتیں جھیلی ہیں۔ ہمارے ان علما کی دو قسمیں ہیں، ایک تو صرف حدیث اور خبر کے راوی ہیں اور دوسرے حدیث کی روایت کے ساتھ قرآن، حدیث، عقل اور اجماع کی روشنی میں احکام شریعت کا استنباط کر کے حکم شرعی عوام کے لیے بیان کرتے ہیں۔ جس کے بارے میں قرآن کریم میں یوں بیان ہوا:

''وما کان المومنون لینفروا کافۃ فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون''

(سورۂ توبہ، آیت ۱۲۲)

''تمام مومنوں پر یہ لازم نہیں ہے کہ وہ سب جا کر علم دین کی سمجھ حاصل

کریں، بلکہ ہر قبیلے اور قوم میں سے ایک ایک گروہ جا کر علم دین کی فہم حاصل کیوں نہیں کرتا کہ وہ جب علم سیکھیں تو واپس آ کر اپنی قوم کو ڈرائیں۔ شاید اس طرح وہ محفوظ رہیں۔''

اس طرح ہمارے علمائے کرام کی ان دو قسموں میں سے ایک ''علمائے اخباری'' اور دوسرے کو ''علمائے اصول'' کا نام دیا گیا ہے۔ یہ دونوں علما ہمارے محسن ہیں اور دونوں اپنی اپنی جگہ دینی تعلیمات کو ہم تک پہنچانے میں گرانقدر خدمات انجام دے رہے ہیں۔

بعض افراد کا کہنا ہے کہ ہم صرف حضرات معصومینؑ کی اخبار سے اپنے لیے ہدایت لے لیں، اس لیے ہمیں کسی فقیہ کی ضرورت نہیں، جس کی تقلید کریں۔لیکن اس سلسلے میں چند خامیاں اور کمزوریاں ہیں، جس کی وجہ سے اس روش پر چل کر ایک مومن اپنی تکلیف شرعی سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتا اور یہ خامیاں اور کمزوریاں یوں ہیں:

۱۔ احکام فقہی کے بارے میں احادیث اور اخبار جو حضرات سے ہم تک پہنچ چکے ہیں، بعض اوقات ایک دوسرے کے بالکل برعکس ہیں۔ایک حکم کے بارے میں مختلف احادیث یا اخبار موجود ہیں۔ایک عام قاری ان میں سے صحیح اور غلط کا انتخاب نہیں کرسکتا کیونکہ اس کے لیے بھی کافی علم کی ضرورت ہے جس کا ایک عام آدمی حامل نہیں ہوسکتا۔

۲۔ ایسی مختلف احادیث اور اخبار موجود ہوں تو ہر شخص اپنی ذاتی پسند والی

حدیث کو اختیار کرے گا اور جو اسے ناپسند ہو اسے ترک کرے گا۔ اس طرح حکم خدا کی پیروی میں انسان کی ذاتی پسند اور ناپسند کو دخل ہو جائے گا۔ جبکہ خدا کا حکم انسان کی ذاتی پسند اور ناپسندی سے بہت بلند اور برتر ہے۔ قرآن کا ارشاد ہے: "عسیٰ ان تحبوا شیئا و ھو کرہ لکم و عسیٰ ان تکرھوا شیئاً و ھو خیر لکم"

۳۔ اصولی علما کے ہاں روایت کے ساتھ حدیث اور خبر کے ایسے ماہر ترین فرد کا وجود ہوتا ہے جو اس خبر، حدیث اور روایت کو قرآن کے ساتھ موازنہ کرتے ہوئے روایات کو درایت کے میزان پر پرکھ کر اس کے منابع کی روشنی میں حکم شرعی بیان کرتا ہے۔ یعنی کتاب و حدیث کے ساتھ آل محمدؐ کی تعلیمات کی روشنی میں ایک روکنے ٹوکنے والا بھی ہوتا ہے۔ جبکہ اخباری افراد کے نزدیک کوئی روکنے ٹوکنے والا نہیں ہے۔ صرف احادیث اور اخبار ہیں جن سے وہ براہ راست خود رہنمائی حاصل کرنے کے دعویدار ہیں۔ جیسے کہ بہت پہلے حسبنا کتاب اللہ کا نعرہ بلند ہوا تھا۔ جبکہ حقیقی طور پر ایسا ہونا ناممکن ہے کیونکہ گزرتے ہوئے زمانے کے ساتھ اخبار و احادیث میں جعلی، ضعیف، غریب اور بہت ساری احادیث شامل ہیں، جن میں سے حقیقی حکم کو اخذ کرنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں۔

ایک اور قباحت بھی اس سلسلے میں یہ ہے کہ احادیث اور روایات خاموش ہیں اور روکنے ٹوکنے کا کوئی تصور یہاں نہیں، اس لیے مختلف باطل

قوتوں کو دخل دینے کا موقع ملتا ہے، جبکہ اصولی گروہ کے ہاں اس کا کوئی امکان نہیں کیونکہ جیسے ہی کوئی باطل دخل انداز ہونے کی کوشش کرتا ہے فقیہ اس کے باطل ہونے کا اعلان کرتا ہے۔ خطیب آل محمد حضرت علامہ اظہر حسن زیدی مرحوم نے ایک مختصر جملے میں بہت بڑی بات کہی ہے: ''جب دو چیزیں سامنے ہوں، ایک ٹوکنے والی اور دوسری نہ ٹوکنے والی تو بت پرستی کی عادت نہ ٹوکنے والی کو اختیار کرنے پر مجبور کرے گی۔''

مثال کے طور پر ایک ''باطل'' بے لیاقت نے ایران کے حوزہ علمیہ مشہد میں جا کر اپنے آپ کو طالبعلم ظاہر کیا اور تھوڑے عرصے کے بعد جب اس نے محسوس کیا کہ اب میں اس قابل ہوں کہ اپنی حقیقت ظاہر کروں (جبکہ اسے مراجع کی اصل طاقت اور قوت کا اندازہ نہیں تھا) تو اس نے ایک مرجع کے خلاف اقدام کیا اور اپنی حقیقت بتادی تو فوراً ہی انجام کو پہنچے اور ایسے ہی راندہ ہوئے جیسے ابلیس کو لعین رجیم کہہ کر راندہ کیا گیا تھا۔

وہاں مردود ہونے کے بعد پاکستان میں پہنچ کر اس نے چند سادہ لوح مومنوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کی اور اس کی جہالت کی انتہا دیکھیں کہ اس نے ایک ضخیم کتاب بھی نقل کر کے چھپوادی اور خود کو ''مرجع الاخباریین'' کا لقب دے کر اخباریوں کے وجود کو ختم کرنے کی کوشش کی، کیونکہ اخباری وہی گروہ ہے جو کسی کو مرجع نہیں مانتا، اگر کسی کو مرجع مانے تو وہ اہل تقلید بنیں گے، اخباری نہیں رہیں گے۔

اپنی علمی استعداد کی طرف نظر ڈالے بغیر دعویٰ کر بیٹھے جو اس کی حماقت اور جہالت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ دراصل لوگ اپنی جہالت پر نظر نہیں ڈالتے بلکہ یہ فرض کرنے لگتے ہیں کہ ہم نے اتنی موٹی کتاب لکھی ہے تو اس قدر ہم لوگوں کو دھوکہ دینے میں کامیاب ہو جائیں گے، مگر یہ ظلم پھلتا پھولتا نہیں اور خدا ایسے لوگوں کو اپنے گھر میں رسوا کرتا ہے۔ اس سے بھی بڑھ کر اس شخص نے امام مہدیؑ ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ تعجب ہے کہ بعض شیعہ افراد اس کے باوجود بھی اسے ابھی تک شیعہ سمجھتے ہیں۔

یہاں میں ایک اور نکتے کی طرف قارئین کو متوجہ کروں کہ مذہب حقہ کو قبول کرنے والے متعدد افراد نے مذہب حقہ کو نفع پہنچانے کے بجائے نقصان پہنچایا ہے۔ بہت کم افراد ہیں جنہوں نے خود فیض حاصل کیا ہے اور مذہب حقہ کو قبول کرنے کے بعد مذہب کے لیے بھی باعث نفع ہوئے ہیں، مگر یہ صرف وہی لوگ ہیں جنہوں نے مذہب حقہ کے عقائد کے ساتھ فقہ اہلبیت کو بھی قبول کیا ہے۔ فقہ اہلبیت کی عظمت کو صرف اپنے ہی نہیں بلکہ غیر بھی تسلیم کرتے ہیں۔ ایک کتاب ''المعجم فی فقہ السلف'' مکہ مکرمہ سے چھپی ہے اس کے مولف جامعہ ام القریٰ کے ایک استاد محمد المنتصر الکتانی ہیں۔ تمام گروہوں کی فقہ کو بیان کرنے کے بعد فقہ اہلبیت کا ذکر کرتے ہوئے اعتراف کرتے ہیں کہ ''فقہ عترت تک رسائی حاصل کرنا علم و ہدایت کے حصول میں کامیابی اور گمراہی سے نجات ہے اور کتاب اللہ کے ساتھ ملکر یہ وسیلہ ہدایت اور جنت میں جانے

کے لیے محفوظ راستہ ہے۔''

جنہوں نے فقہ اہلبیت کو قبول نہیں کیا بلکہ اپنی سابقہ بے بنیاد اور قیاس پر مبنی فقہ کو ہی فقہ جعفریہ سمجھنے لگے اور فقہ اہلبیت کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔ انہوں نے مذہب جعفریہ کو نقصان پہنچایا۔ اس کی روزمرہ کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ پنجاب میں ایسے ہی افراد نے مذہب جعفریہ کے پیروکاروں کو بانٹ دیا اور ان کی اجتماعی قوت کم کر کے اپنے بیرونی آقاؤں سے دادِ تحسین لے لی ہے۔ اگر آپ نے کسی مذہب قبول کرنے والے کی سچائی پرکھنی ہے تو دیکھیں کہ یہ شخص فقہ اہلبیت سے کس حد تک وابستگی رکھتا ہے۔

کراچی میں جس بے لیاقت کا ہم نے ذکر پہلے کیا ہے اس کی کتاب ''الرسالۃ العلمیہ فی احکام اخبار المعصومین'' کو بنیاد بنا کر ایک اور منافق نے اپنے دوسرے ساتھیوں کے لیے چھتری بن کر ان کی کتب کے ایک طویل سلسلے ''کشف وانکشافات'' کو شروع کر رکھا ہے اور صاحبانِ ایمان کو دھوکہ وفریب دینے میں مشغول ہے۔ انشاء اللہ مستقبل قریب میں سارے حقائق سامنے آئیں گے اور انہیں اپنے کرتوت کی رسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا۔

اخباری سلسلے میں یہی بات تکلیف دہ ہے کہ اس میں اباطیل کا بہت جلد عمل دخل ہوتا ہے اور ایسے لوگ جنہیں علم سے کوئی واسطہ نہیں اپنی لفاظی اور قدرت زبان کی بنا پر بڑے بڑے علما پر بھی اعتراض کرنے سے نہیں چوکتے اور اپنے آپ کو عالم سمجھنے لگتے ہیں۔

اس طرح بعض جاہلوں کو عارضی طور پر دھوکہ دیتے ہیں اور خود بھی بے آبرو ہو کر رہ جاتے ہیں اور وہ یہ سب کچھ اخباری ہونے کی چھتری تلے کرتے ہیں ورنہ اگر واقعاً کوئی عالم ہو جیسے میں اپنے ملک میں نام لوں تو ایک عالم علامہ امداد حسین کاظمی اعلی اللہ مقامہ (جو اخباری تھے) خدا ان کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے پوری ملت پر ان کا احسان اور قوم ان کی علمی خدمات کو فراموش نہیں کر سکتی۔ لیکن چند جاہل شہرت کے دلدادہ علما جیسی باتیں کر کے خود عالم ہونے کے دعویدار ہوتے ہیں تو خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور چند جاہلوں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ یہ بڑی خامی اور کمزوری اخباری سلسلے میں ہے۔ جیسے کے پہلے بیان ہوا ''بے لیاقت'' شخص نے بھی اسی چھتری کو استعمال کیا، مگر خداوند عالم نے اسے رسوا کر کے رکھ دیا۔ اب انہیں کی کتاب کو بنیاد بنا کر کشف وانکشاف کا سلسلہ شروع کیا گیا ہے۔ ان کتب کے بطلان پر کہنے کی کچھ ضرورت نہیں کیونکہ ان کی بنیاد ہی ایک باطل شخص کے افکار پر رکھی گئی ہے جس کا اعتراف انہوں نے اپنی ایک کتاب کے مقدمے میں کیا ہے۔

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

اسی خامی کی طرف اہل ایمان کو متوجہ کرنے کے لیے سطور زیر تحریر کی گئی ہیں کہ چند ایسے جہلاء اخباری ہونے کی چھتری کے سہارے دین حقہ کے خلاف دشمنوں کے آلۂ کار بن کر مصروف عمل ہیں۔ ہم نے اس مختصر رسالے

میں یہ واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ اجتہاد، مجتہد، فقہ، فقیہ جیسی اصطلاحات خود حضرات آئمہؑ کے دور اور زمانے میں خود حضراتِ ائمہؑ کے حکم سے وجود میں آئی ہیں، جیسے ابان بن تغلب اور مسلم بن ثقفی کی روایت وغیرہ سینکڑوں حدیثیں اس کی شاہد ہیں، مگر ان تمام سے بے خبر افراد جنہیں علم و فضل سے دور کا بھی واسطہ نہیں صرف بیرونی ڈالروں کو ہضم کرنے کے لیے علما کے خلاف باتیں اچھال کر خود عالم نظر آنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ مومنین کو چاہیے کہ ایسے بے دین، موقع پرست، دین فروش افراد سے ہوشیار رہیں اور ایسے علما کی طرف رجوع کریں جنہوں نے کم از کم اپنی زندگی کا ایک حصہ علم دین کو سمجھنے کے لیے خرچ کیا ہو۔ ایسے موسمی مینڈکوں سے پرہیز کریں جو ایک خاص موسم میں اپنے مخصوص مفادات کے حصول کے لیے ٹراتے رہتے ہیں اور ان کی منافقت کا یہ عالم ہے کہ انہیں دین کے ابتدائی مسائل تک کا علم نہیں ہے۔

یہ کتاب چند مقالوں پر مبنی ہے جو مطلوبہ چند مفاہیم کی تشریح کے لیے ضروری تھے۔ سب سے پہلے ''شیعوں کے خلاف عالمی سازش'' کے عنوان سے ایک مقالے کو جگہ دی ہے جو ہمیں مجمع جہانی شیعہ شناسی کے ڈائریکٹر جناب حجۃ الاسلام والمسلمین الشیخ علی انصاری نیا کے ذریعے ملا تھا۔ جس کی تفصیل اور مقاصد آپ اس مقالے کے ذریعے جان سکتے ہیں، جو ہم سب کو آنکھیں کھولنے کے لیے کافی ہے۔ دوسرا مقالہ عرض ناشر کے نام سے ہے جسے آپ پڑھ رہے ہیں جو آپ کو اس رسالے کے مندرجات اور مقاصد سے نیز

اس کی تفاصیل سے آگاہ کرے گا۔

تیسرا مقالہ سلسلہ کشف وانکشافات کے نام سے ہے جو کراچی میں چھپنے والی چند کتب اور ان کے مصنف (   ) اور ان کتب کے غرض و غایت کے بارے میں تھوڑی سی گفتگو ہے تاکہ صاحبان ایمان منافقوں اور دشمنان اسلام کے پروپیگنڈہ کا شکار نہ ہوں۔

چوتھا مقالہ اسلام میں علم اصول فقہ کی حیثیت کے بارے میں ہے جس میں یہ بتانے کی کوشش کی گئی ہے کہ علم اصول فقہ، فقہ اسلامی کے لیے قواعد و ضوابط کا ایک مجموعہ ہے جس کے ذریعے فقہی احکام کے بیان اور فتویٰ میں غلطی کا امکان کم سے کم رہتا ہے۔ اس علم کی تدوین وترتیب حضرات صادقین علیہما السلام کے عہد میں زیادہ سے زیادہ ہوئی کیونکہ اس عہد میں ان دونوں حضرات کو اطمینان کے ساتھ علوم دینی کا پرچار کرنے کا زیادہ سے زیادہ موقع ملا، ان دونوں حضرات کے زمانے میں بنی امیہ کی حکومت کمزور ہوئی اور بنی عباس کی حکومت اپنے پنجے گاڑنے میں مصروف تھی جبکہ اس دور سے پہلے حضرات ائمہؑ حکمران گروہ کی طرف سے کی جانے والی اجتہاد میں ان کی کمزوریوں اور غلطیوں کی نشاندہی کرتے ہوئے اسلام کا حقیقی حکم بیان فرماتے تھے۔

پانچواں مقالہ اجتہاد اور مرجعیت کے بارے میں حضرت آیت اللہ العظمیٰ سید سعید الحکیم کی طرف سے چند سوالات کے جوابات پر مبنی ایک کتاب ''حول المرجعیۃ'' سے ماخوذ ہے۔ جس میں آپ نے واضح فرمایا ہے کہ

حضرات صادقین نے اپنے دور میں اپنے چند صحابہ کو فتویٰ دینے کی ترغیب دی اور فرمایا مجھے یہ پسند ہے کہ تم مسجد میں بیٹھ کر لوگوں کو فتویٰ دو۔

احقاق حق کے لیے حضرات معصومین کی تعلیمات کی روشنی میں یہ مختصر سا رسالہ پیش کیا جارہا ہے تاکہ عام مومنین کے لیے راہ حق واضح رہے اور منافقوں کی ریشہ دوانیوں سے محفوظ رہیں۔

چھٹا مقالہ حوزہ ہائے علمی کی تاریخ اور ان کے نصاب اور حوزوں کی مختصر سی تاریخ پر مشتمل ہے۔ جس میں دور صادقین سے آج تک کے عالم تشیع کے عظیم مراجع کرام کی ایک فہرست بھی شامل کی گئی ہے۔

اپنے مدعا کو تفصیل کے ساتھ ایک مقالے میں بیان کرنا ناممکن نظر آیا تو مجبوراً چند مقالوں کی صورت میں بیان کرنا پڑا تاکہ زیادہ واضح ہو کر مدعا قارئین تک پہنچ سکے۔

خداوند عالم سے دعا ہے کہ وہ اس ادنیٰ سی کوشش کو قارئین کے لیے مفید قرار دے اور حضرات صادقین علیہما السلام کی بارگاہ میں شرف قبولیت حاصل ہو۔

(آمین)

سلسلۂ کشف وانکشاف

کشف وانکشاف کے چوتھے مرحلے میں چہرے سے نقاب اتر گیا! جو لوگ ان کے بارے میں شک رکھتے تھے، انہیں یقین ہو گیا کہ نقاب کے پیچھے ایک دشمن اہلبیت کا چہرہ ہے، جس نے محبت اہلبیت کا منافقانہ روپ دھار رکھا ہے۔ اب اس کی منافقانہ مواد پر مبنی تضادات بھری کتابوں میں ایک اور کا انکشاف ہوا جو اس کے تضادات کا پردہ ہٹا دیتی ہے (''کشف التضاد'' نامی کتاب مراد ہے)۔ کتاب خود اسم بامسمّٰی ہے کیونکہ قاری جب اس کتاب کے ملنے کے پتے پر نظر ڈالتا ہے تو اسے حقیقت کے سمجھنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی اور یہ یقین ہو جاتا ہے کہ اس کی کتب یعنی کشفِ منافقت کے ڈانڈے کہاں سے ملتے ہیں اور کن آقاؤں کو خوش کرنے کے لیے اس سلسلے کو جاری رکھا ہوا ہے؟

قارئین سے گزارش ہے کہ آپ اردو بازار جانے کی زحمت کریں اور ضیاء القرآن پبلی کیشنز یا قرآن محل کی دکان پر پہنچ کر ان سے وہ کتاب طلب فرمائیں جو اہل تشیع کے باہمی معاملات پر بحث کرتی ہے تو آپ کو خوشی خوشی

ایک خاص مسکراہٹ کے ساتھ کتاب دی جائے گی اور آپ کے سو روپے ذبح ہو جائیں گے۔ کتاب پڑھتے جایئے اور اس کے لکھنے والے سے برأت کرتے جایئے۔ دراصل محبت اہلبیت کے دعوے کے پس پردہ یہ لوگ نماز جمعہ کے خطبوں میں اہلبیت کرامؑ کا نام بھی سننا گوارہ نہیں کرتے۔ اسی لیے نماز جمعہ کی مخالفت میں اپنی ہمتیں صرف کرتے ہیں بلکہ چند مومنوں کو ان کی جہالت سے فائدہ اٹھا کر گمراہ کرنے میں کامیاب بھی ہوئے ہیں اور انہیں اپنے فریب میں مبتلا کر کے ان کی مدد سے سینکڑوں صفحے کالے کر ڈالے اور وہ بھی نماز جمعہ کے خلاف جو سراسر قرآن سے بغاوت اور حکم خدا کے خلاف کھڑے ہونے کے مترادف ہے اور یہی وہ منزل ہے کہ اگر کوئی انہیں کفر کا پرچمدار قرار دے تو بے جا نہ ہوگا۔

گستاخی کی حد یہ ہے کہ امام زین العابدینؑ کی دعا کی ایک خود ساختہ تاویل گھڑ ڈالی اور آل محمد کے دشمنوں کے لیے کہی ہوئی بات کو ان کے محبوں اور پیروکاروں پر لاگو کر کے جو آل محمد کی معنوی حکومت کا پرچار کر رہے ہیں خود اہلبیت کے پیروکاروں میں پھوٹ ڈالنے کی ایک گھناؤنی کوشش کی ہے۔

ہر محبّ اہلبیت آسانی کے ساتھ سمجھ سکتا ہے کہ اگر ہم یہ مفروضہ قائم بھی کرلیں کہ نماز جمعہ واجب نہیں تو آل محمد کے محبوں اور پیروکاروں کے لیے یہ بات کتنی پسندیدہ ہوگی کہ نماز جمعہ کے خطبوں میں غیروں کے بجائے حضرات محمد و آل محمد پر درود و سلام کی آوازیں بلند ہوں اور ان کی ولایت کا اعلان ہوتا

رہے اور دنیا کے بے خبر لوگ حضرات آل محمد کی ولایت کے بارے میں پوچھنے لگیں۔ بالکل اسی طرح جیسے اس حق ولایت کو ادا کرنے کے لیے کلمہ اور اذان میں ''علی ولی اللہ'' کا اعلان کرتے ہیں جس کی وجہ سے دشمنان علیؑ جل جاتے ہیں۔ محبوں کی خوشی اور فزوں تر ہوتی ہے اور ناواقف لوگوں کو پوچھنے کا موقع ملتا ہے اور اس طرح ان کے لیے معرفت کی راہیں کھل جاتی ہیں۔

جس فرضی نام سے کتابیں پیش کی جارہی ہیں اور جو شخص اپنے آپ کو ان کتب کا مصنف بتاتا ہے وہ حقیقت میں وہ شخص نہیں، کیونکہ ہمارا اس شخص کے ساتھ رابطہ ہے اور وہ اس علمی حیثیت میں نہیں کہ ان کتب کو لکھ سکے۔ یقین کیجئے کہ ان کتب میں درج بعض اصطلاحات سے بھی یہ شخص بے خبر ہے اور نہ ہی ان کے مفہوم کو جانتا ہے۔ بس ایک ہی رٹ لگاتا ہے کہ آپ ان کتب کو پورا پڑھیں۔ یعنی اس شخص کو صرف کتب کے پڑھانے کے لیے اشتہار کے طور پر استعمال کیا جارہا ہے۔ بہرحال بہت سارے لوگوں کو اس شخص نے باقر نثار بن کر دھوکہ دیا، لیکن جھوٹ کی ناؤ زیادہ دیر نہیں چلتی۔ ان کا یہ جھوٹ بھی اپنے گھاٹ تک پہنچا اور اہل ایمان نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ہم جس شخص کو باقر سمجھتے رہے، وہ تو امام محمد باقرؑ کا دشمن نکلا کیونکہ ان کے مخالفین کی مدد حاصل کر کے مذہب اہلبیت کے خلاف زہر اگلنے کی ذمہ داری اپنے سر لے رہا ہے جبکہ اپنی اوقات اور ساری کائنات کو بھلا کر دوسروں کو دھمکیاں رہا ہے۔

خلاصہ یہ کہ یہ یقین ہے کہ اس سلسلۂ کتب کو ضبط تحریر میں لانے والے

چند اور افراد ہیں، مگر خداوند عالم نے ان کی تحریروں میں کوئی ''برکت'' نہیں رکھی ہے اور یہ لوگ ''ضمیر فروشی'' کی جس منزل تک بھی جائیں، نماز جمعہ کے خطبوں میں آل محمد کے ناموں کے ساتھ اعلان ولایت اور ان حضرات پر درود وسلام کے سلسلے کو ختم نہیں کر سکتے، کیونکہ خداوند عالم کا یہ وعدہ ہے کہ اپنے نور کو اتمام کی منزل تک پہنچائے گا، چاہے مشرکوں کو کتنا ہی ناگوار کیوں نہ گزرے اور آل محمد کے پیروکاروں کے نزدیک ایسے لوگوں کی یہ حرکت ''محمود'' نہیں بلکہ مذموم ہے۔ چونکہ ان لوگوں کے پاس حق کی جرأت نہیں۔ باطل کی طرفداری پر شاید شرمسار بھی ہیں۔ اسی لیے اپنے آپ کو ظاہر کرنے سے گھبراتے ہیں۔ یہی نفاق کی سب سے بڑی نشانی ہے۔

نہ معلوم ان لوگوں کو تقلید کے لفظ سے کیوں چڑ ہے جبکہ ہر انسان اپنی زندگی میں ہر پہلو پر کسی ماہر کی تقلید کرنے پر مجبور ہے۔

تقلید کی چار صورتیں ہیں:

۱۔ کسی جاننے والے کا کسی جاننے والے کی تقلید کرنا۔ X

۲۔ کسی نہ جاننے والے کا کسی نہ جاننے والے کی تقلید کرنا۔ X

۳۔ کسی جاننے والے کا کسی نہ جاننے والے کی تقلید کرنا۔ X

۴۔ کسی نہ جاننے والے کا کسی جاننے والے کی تقلید کرنا۔ ✓

مندرجہ بالا چار صورتوں میں سے اول الذکر تین صورتیں حرام اور ناجائز ہیں، جس کا ناجائز ہونا بدیہی ہے اور کسی تشریح کی ضرورت نہیں۔

جبکہ چوتھی صورت ہی تقلید کی وہ قسم ہے جس کے بغیر انسان کی معاشرتی زندگی مشکل میں پڑ جاتی ہے اور انسان ہر قدم پر محتاج ہے کہ ہر کام کے بارے میں اس کے ماہرین کی طرف رجوع کرے اور ان کے مشورے اور رائے کے مطابق عمل کرے۔ یہی تقلید ہے اور اسی کے ذریعے عبادات کے درست بجالانے کا یقین حاصل ہوتا ہے۔

عقل کے یہ دشمن مذہبی عبادات و احکام کے علاوہ اپنے دوسرے تمام پہلوؤں میں تقلید کرتے ہیں لیکن جب امور دینی میں تقلید کا لفظ آیا ہے تو جل بھن کر رہ جاتے ہیں اور ایک خود ساختہ اختراع کر کے تقلید عام کو جائز اور تقلید خاص کو حرام قرار دیتے ہیں جو ایک احمقانہ اقدام ہے۔

مثال یوں دی جاسکتی ہے کہ ان لوگوں کے نزدیک اگر کوئی شخص بیمار ہو جائے تو کسی ڈاکٹر کے پاس جا کر اس سے علاج کرانا تو جائز ہے مگر کسی ڈاکٹر کو اپنے فیملی ڈاکٹر کی حیثیت سے منتخب کرنا جائز نہیں۔ یہ ہے ان لوگوں کی عقل و دانش۔

بر این عقل و دانش بباید گریست

اس کے علاوہ تقلید عام اور تقلید خاص کی وضاحت اور کچھ نہیں ہو سکتی۔

ایک اور جملے پر بہت زیادہ شور مچایا جاتا ہے کہ تقلید کو بغیر وجہ بتائے نافذ کیا جاتا ہے۔ یہ دراصل ایک عقلی اور منطقی روش ہے کیونکہ ہم دیکھتے کہ جب کوئی بیمار ڈاکٹر کے پاس علاج کے لیے جاتا ہے تو ڈاکٹر تشخیص کے بعد نسخہ لکھ دیتا ہے تو

مریض اس کی وجہ دریافت نہیں کرتا بلکہ ایسا پوچھنے کی کوئی ضرورت بھی محسوس نہیں کرتا بلکہ نسخہ لے کر فارمیسی میں جاتا ہے، دوا خریدتا ہے اور مریض کو پلا دیتا ہے۔

اسی طرح ایک شخص کو مسئلہ درپیش ہوا۔ اس نے فتویٰ مانگا جیسا جواب ملا جا کر اس کے مطابق عمل کیا۔ یہاں دونوں صورتوں میں اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ڈاکٹر اور مجتہد کے پاس ان کے نسخے اور فتوے کی کوئی دلیل نہیں۔ دونوں کے پاس دلیل ہے، اگر کوئی پوچھے تو ضرور اس کے لیے دلیل بتائی جائے گی۔ لیکن یہاں دلیل مانگنے کا کوئی مرحلہ نہیں جس کی عقل تائید کرے، ورنہ ایک فقیہ، مرجع، مجتہد جو بھی فتویٰ دیتا ہے اس کی دلیل موجود ہوتی ہے اور دلیل قرآن، حدیث اور اخبار ائمہؑ کی روشنی میں موجود ہوتی ہے۔ لیکن عوام کو دلیل مانگنے کی ضرورت نہیں۔

فقہائے عظام کے خلاف منفی پروپیگنڈا کرنے والے جاہل اکثر ایک کتاب ''من لا یحضرہ الفقیہ'' کا حوالہ دیتے ہوئے بات کرتے ہیں۔ کاش ان کی علمی حیثیت اتنی ہوتی کہ اس کتاب کے نام کے معنی کو سمجھتے۔ اس کے مصنف نے یہ کتاب ان لوگوں کے لیے لکھی ہے جس کے پاس کوئی فقیہ موجود نہ ہو یعنی اگر فقیہ موجود ہے تو اس کی ضرورت نہیں، یعنی پانی نہ ہو تو آپ تیمم بھی کر سکتے ہیں۔

یہ بات یاد رہے کہ زندگی کے مختلف شعبوں میں جس کسی شعبے سے

متعلق کام پیش آئے تو کسی نہ جاننے والے پر لازم ہے کہ اس شعبے کے ماہر اور جاننے والے سے رجوع کرے، جو ایک دانشمندانہ فعل ہے۔ جب زندگی کے تمام پہلوؤں میں یہ اقدام قابل تعریف ہے تو مذہبی امور اور عبادات میں یہ عمل قابل تحسین کیوں نہیں ہوگا۔ پس اپنے مذہبی امور اور ضروریات میں کسی ماہر کی طرف رجوع کرنا بھی ایک عاقلانہ اقدام ہے۔

ہر شعبے کی اپنی اصطلاحات ہوتی ہیں۔ کوئی ڈاکٹر، کوئی انجینئر، کوئی سائنسدان، کوئی تاجر، کوئی کسان کہلاتا ہے۔

اسلامی اصطلاح میں مذہبی امور کے ماہر افراد کو ''مجتہد'' کہتے ہیں اور کسی مجتہد میں بعض شرائط پائی جائیں تو اس کی تقلید کر کے اپنے دینی امور میں ان کے فتوے پر عمل کیا جائے، یہی تقلید ہے۔

حضرات مجتہدین ایسے افراد ہیں جنھوں نے اپنی زندگی علوم دینی کے حصول میں صرف کی ہے اور وہ علوم اسلامی کے ہر شعبے سے کما حقہ آگاہ ہوتے ہیں اور پھر اجتہاد کے مرتبے تک پہنچتے ہیں۔ ایسا بھی نہیں ہے جیسا بعض لوگ گمان کرتے ہیں کہ معالم الاصول پڑھنے کے بعد ہر شخص مجتہد بن جاتا ہے یا سر پر پگڑی باندھ کر مجتہد بن جائیں لیکن اس میں بھی شک نہیں لوگ شملہ بقدر علم کا منظر پیش کرتے ہوئے راہ خدا میں بیٹھ کر لوگ کھسوٹ میں مصروف ہیں۔ اور بعض لوگوں نے کراچی میں ایسے دین سے ناآشنا لوگوں کو پگڑی پہنا کر علما نما بنا دیا ہے۔ انہوں نے بعض ایسے لوگوں کو بھی پگڑی پہنا دی جنہیں علم و مذہب

سے کوئی واسطہ نہیں بلکہ اپنی چرب زبانی سے بعض مومنوں کو گمراہ کرنے کی کوششوں میں لگے رہتے ہیں۔ ان کے اس اقدام سے یہ تو پتہ چلتا ہے کہ عمامہ ایک خاص اہمیت کا حامل ہے اور اس کے بغیر وہ اپنے مقاصد میں کامیاب نہیں ہو سکتے لہذا وہ مجبور ہیں کہ اسے اپنے سر پر جمارکھیں۔

آج اسپشلائزیشن کا زمانہ ہے اور علوم وفنون کی وسعت کی وجہ سے ہر شخص کما حقہ اپنی ضرورت پوری نہیں کر سکتا لہذا اپنی تمام ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے مختلف شعبوں کے ماہرین کی طرف رجوع کرتا ہے اور جب ایک شخص اپنی کسی ضرورت کے لیے اسی شعبے کے ماہر کی طرف رجوع کرتا ہے تو لوگ اسے ایک عاقلانہ فعل تصور کرتے ہیں اور اسے سراہتے ہیں مگر اس معاشرے میں چند لوگ ایسے بھی ہیں جو مذہبی احکام میں اسپشلائزیشن حاصل کرنے والے افراد پر اعتراض کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ اس میں تخصص یا مہارت کی ضرورت نہیں بلکہ تم ہم لوگوں سے پوچھو ہم چاہے جانیں یا نہ جانیں۔ ہم تمہیں مذہب سمجھائیں گے مثال کے طور پر ایک پولیس آفیسر ہے۔ ریٹائر ہونے کے بعد جب اپنے آپ کو فارغ پاتا ہے تو کوئی مصروفیت تلاش کرتا ہے تو اسے یہ مصروفیت مذہب میں نظر آتی ہے اور وہ فوراً مذہبی علما پر تنقید کے ساتھ اپنی مصروفیت شروع کرتا ہے اور بزعم خود مذہبی رہنمائی کا کام شروع کرتا ہے۔ یوں اپنی لاعلمی اور جہالت کی بنا پر اپنے ساتھ دوسرے بہت سارے جاہلوں کو بھی گمراہی کی سرحد تک پہنچاتا ہے۔

ایک فوجی افسر ہے جس نے اپنی زندگی ملٹری سروس میں گزاری ہے اور ریٹائر ہونے کے بعد مذہبی رہنما بن گیا اور اس نے سب سے پہلا قدم علما کے خلاف ہرزہ سرائی کرتے ہوئے اٹھایا اور انہیں قسم قسم کے حربوں کے ذریعے داغدار کرنے کی کوشش شروع کی صرف یہی نہیں بلکہ انہوں نے اپنے گرد جہلا کا ایک خاص گروہ بھی تیار کرلیا جو اس کے حکم پر لڑنے مرنے پر بھی تیار رہتے ہیں۔ دراصل یہ اس کے تنخواہ دار ملازم ہوتے ہیں جو اسی مقصد کے لیے رکھے جاتے ہیں۔

اس طرح ایسے افراد ملک کے سب سے بڑے صوبے میں مومنوں کے درمیان تفرقہ پیدا کر کے ان کی صفوں میں انتشار پیدا کرنے میں کامیاب بھی ہوگئے، ان کے ساتھ ان حضرات نے بھی اس میں کافی کردار ادا کیا ہے، جنہوں نے مذہب مخالف سے تعلق قطع کر کے مذہب تشیع اختیار کیا ہوا ہے۔ ان افراد نے مذہب اہلبیت کو قبول تو کرلیا مگر احکام شریعت کو اہلبیت کی تعلیمات کی روشنی میں سیکھنے میں غفلت سے کام لیا۔ عقائد میں تو انہیں کامیابی ہوئی مگر عبادات اور دوسرے تشریعی احکام کے سمجھنے سے محروم رہے۔

جس انداز سے پنجاب میں شہادت ثالثہ کا شوشہ اٹھایا گیا وہ قابل توجہ ہے۔ اسی کو سبب بنا کر کتنے سارے علمائے کرام کو خدمات کی ادائیگی سے محروم کر کے ان کی جگہ ایسے جاہلوں کو رکھا گیا جو خود شہادت ثالثہ کے مفہوم و معنی کو بھی نہیں سمجھتے تھے اور نہ ہی قرآن درست پڑھ سکتے تھے۔ جب ایسے افراد کو

امام بنایا جائے تو عوام کی علمی حالت کیا ہو جائے گی۔ بہر حال یہ ایک المیہ ہے جس کی وجہ سے ملت جعفریہ میں انتشار پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

یہ لوگ بزعم خود حضرت علیؑ کے دفاع میں قدم اٹھا رہے ہیں مگر انہیں یہ معلوم نہیں کہ اس کے علاوہ بھی نماز میں علی کا ذکر موجود ہے۔ یعنی سب سے بڑی نعمت جو آل محمد کو ملی نماز کے دوران آل محمد پر درود ہے جس میں آل محمد کے فرد اول حضرت علیؑ ابن ابی طالب ہیں اور جو اس میں شک رکھتا ہو، اسے چاہیے کہ وہ اپنے عقیدہ وایمان پر نظر ثانی کرے۔

تشہد میں توحید و رسالت کی گواہی کے بعد صرف علیؑ نہیں بلکہ تمام آل محمدؐ صلواۃ میں برابر کے شریک ہیں۔ جس کے بارے میں امام شافعی نے کہا

یا اہل بیت النبی حبکم

فرض من اللہ فی القرآن انزلہ

کفاکم من عظیم القدر انکم

من لم یصل علیکم لا صلواۃ لہ

اے اہلبیت رسولؐ تمہاری محبت کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نازل کیے ہوئے قرآن میں فرض قرار دیا ہے اور آپ لوگوں کی عظیم قدر و منزلت کے لیے یہی کافی ہے کہ جو شخص اپنی نماز کے دوران آپ پر درود نہ بھیجے اس کی نماز، نماز قرار نہیں پاتی ہے۔

یاد رہے فقہ اہلبیت کی عظمت اور اہمیت کا اعتراف مخالفین بھی کرتے

ہیں جیسے کہ ملاحظہ ہو کتاب معجم فی فقہ السلف اس کے مصنف محمد المنتظر الکتانی ہیں جو جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ کے استاد ہیں۔ اور یہ کتاب بھی مکہ مکرمہ سے شائع ہو چکی ہے۔ اس کے صفحہ ۲ پر یوں لکھا ہے:

''فقہ عترۃ اس فقہ کا تعلق صحابہ اور تابعین کے علاوہ دوسرے افراد سے ہے فقہ عترۃ دوسری تمام فقہوں سے ممتاز ہے کہ اس میں ماں، باپ، حمل، ولادت، رضاعت، دودھ چھڑانا، گود لینا، تربیت اطفال خواہ وہ بیٹا ہو یا بیٹی ان کی تعلیم وتربیت کا ذکر ہے۔ یہاں تک کہ وہ بڑے ہو کر اپنے ملک وملت کے لیے صالح اور نیکو کار مرد وزن بنیں۔

اس کتاب (معجم فی فقہ السلف) میں فقہ عترۃ سے مراد فقہ فاطمہ بنت رسول اللہ ہے۔ آپ کے فقہی فیصلوں کی تعداد بہت محدود ہے، اور امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کی فقہ کا مجموعہ ضخیم کتاب کی صورت میں جمع ہو سکتی ہے اور امیر المومنین حسن بن علی، امام حسین بن علی، امام محمد حنفیہ بن علی ابن ابی طالب، جناب عبداللہ کامل ابن حسن مثنیٰ بن حسن بن علی ابن ابی طالب، امام زین العابدین بن حسینؑ بن علی ابن ابی طالب، امام جعفر صادق ابن محمد باقر، امام محمد باقر بن علی زین العابدین، عبداللہ بن محمد حنیفہ کی فقہ اور فقہ حسن بن محمد حنیفہ رضی اللہ علیہم مراد ہے۔

فقہ عترت تک رسائی حاصل کرنا علم و ہدایت کے حصول میں کامیابی اور گمراہی سے نجات ہے اور کتاب اللہ کے ساتھ ملکر یہ وسیلہ ہدایت اور جنت

میں جانے کے لیے یہ محفوظ راستہ ہے۔

رسول اکرمؐ نے حجۃ الوداع کے دن عرفہ میں ایک لاکھ یا اس سے زیادہ صحابہ کے سامنے اس بارے میں خطبہ ارشاد فرمایا۔ جابر نے کہا کہ میں نے رسول اکرمؐ کو حجۃ الوداع کے دن عرفہ کے مقام پر دیکھا کہ اپنے ناقہ قصوی پر کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ میں نے انہیں یہ فرماتے ہوئے سنا:

''میں تم لوگوں میں اللہ کی کتاب اور اپنی عترت اہلبیت کو چھوڑ کر جا رہا ہوں، جب تک تم ان دونوں کو تھامے رہو گے، ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔''

ابن ارقم نے کہا کہ آنحضرت نے فرمایا کہ میں تمہارے درمیان چھوڑ کر جا رہا ہوں جب تک تم ان سے تمسک رکھو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ ان میں سے ایک دوسرے سے زیادہ عظیم ہے۔ وہ اللہ کی کتاب ہے جو آسمان سے زمین تک ایک مضبوط رسی ہے اور میری عترت اہلبیت یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے، یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوں۔ دیکھو کہ میرے بعد تم ان دونوں سے کیا سلوک کرتے ہو؟

اس روایت کو صحابہ کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے جن میں علی ابن ابی طالب، زید بن ثابت، زید بن ارقم، جابر بن عبداللہ، ابو ہریرہ، ابو سعید خدری اور حذیفہ بن یمانی شامل ہے۔ ان میں سے تخریج کی ہے۔ امام ترمذی نے اپنی سنن میں، احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں، ہیثمی نے کہا کہ اس حدیث کی سند بہت عمدہ ہیں اور بزاز نے اپنی دونوں مسندوں میں اس حدیث کا ذکر

کیا ہے اور طبرانی نے معجم کبیر اور اوسط میں بھی اس حدیث کو بیان کیا ہے۔''

یہ تحریر جامعہ ام القریٰ کے پروفیسر محمد المنتصر الکتانی کی ہے۔ ''مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید'' فقہ اہلبیت کی خوشبو کو اپنے ہی نہیں غیر بھی محسوس کرتے ہیں اور اسی کی عظمت، اہمیت اور حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں۔

جب فتویٰ دینے کی بات ہوتی ہے تو یہ منافقین اپنے جہلا کے درمیان مجتہدین کرام کو حضرات ائمہؑ کے مقابل پیش کرتے ہیں حالانکہ ایسا نہیں بلکہ حضرات معصومین کی تعلیمات اور روایات میں سے احکام شریعت کو چھان پھٹک کر تحقیق اور جستجو کرنے کے بعد جس حکم کے بارے میں یقین ہو جائے کہ یہ حکم قرآن و سنت اور معصومین کی تعلیمات سے ثابت ہے تو اسی کو فتویٰ کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے، کیونکہ حضرات معصومین سے جو روایات اور اخبار ہمیں ملی ہیں وہ بعض اوقات ایک دوسرے سے مختلف حکم کی حامل ہوتی ہیں جو نقل روایت یا راویوں کے بھول چوک، عدم فہم یا غلطی کی بنا پر ہوتی ہے اور روایات کی ایسی ہی غلطیوں کو جاننے کے لیے صحیح اور حسن اخبار کو ضعیف سے الگ کرنے کے لیے علم درایت وجود میں آیا اور تمام روایات کو درایت کے اصولوں کے تحت جانچ کر ہی کسی نتیجے پر پہنچا جاتا ہے۔ اگر کوئی مرجع فقیہ یا مجتہد کوئی فتویٰ دیتا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ اپنی طرف سے کوئی حکم نافذ کرتا ہے بلکہ یہ حضرات حضور اکرمؐ کی احادیث، حضرات معصومینؑ کی روایات کو قرآن کریم سے مطابقت کرتے ہوئے صحیح اور ضعیف احادیث و اخبار کی چھان

بین کرتے ہوئے صحیح اور درست اخبار و احادیث کی روشنی میں خدا، رسول اور امام کا حکم ہی فتویٰ کی صورت میں پیش کرتے ہیں۔

مجھے یہ وضاحت اس لیے پیش کرنی پڑی کہ بعض خناس صفت لوگ عوام کے درمیان یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ مجتہد کے فتوے دراصل امام کے حکم کے مقابلے میں ہوتے ہیں جو سراسر ایک بہتان اور علمی خیانت ہے۔ خصوصاً میں قارئین کو کشف تضاد کی طرف متوجہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں جس میں ایسی صریح خیانت کا ارتکاب کیا گیا ہے اور بعض ایسے مسائل شرعی فتویٰ کی صورت میں بیان کیے گئے ہیں جن کا وجود مراجع کی فتاویٰ کی کتب میں سرے سے موجود ہی نہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ چند جاہل اپنے قلم اور زبان کے ذریعے دینی مقدسات سے کھیلنے کی جسارت کر رہے ہیں مگر صاحبان ایمان اس کی اجازت نہیں دیں گے۔ خلاصہ یہ کہ یہ ایک قلمی خیانت ہے جسے قلم بھی معاف نہیں کرے گا۔

قلم گفتا کہ من شاہ جہانم
قلم کش را بہ مطلب میرسانم
قلم گفتا کہ من شاہ جہانم
قلم کج را بدوزخ میرسانم

علم اصول کی تدوین میں ائمہ معصومینؑ کا کردار

عام طور پر چند بے اصول لوگ جو اپنے آپ کو اخباری ہونے کی چھتری تلے تحفظ دینا چاہتے ہیں یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ مذہب شیعہ کے اصولی علما نے اصول فقہ اہلسنت سے لیا ہے۔ اپنے اس الزام کے ذریعے درحقیقت وہ اپنے ائمہ کے بارے میں اپنی عدم معرفت کا اظہار کرتے ہیں جبکہ وہ یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ واقعاً اصولی علما نے اصول فقہ غیروں سے لیا ہے کیونکہ انہیں ائمہ نے اس سے بے نیاز کر دیا ہے۔ کیونکہ حضرات ائمہ معصومین کا علمی مقام کسی سے پوشیدہ نہیں۔ یہ صرف عالم نہیں بلکہ معدن علم ہیں۔

حضرت امیرالمومنین کا ارشاد ہے: انا اهل البيت شجره النبوة، و موضع الرسالة، و مختلف الملئكة و بيت الرحمة و معدن العلم

ہم اہلبیت نبوت کا شجر ہیں۔ رسالت الٰہی کا موضع اور ملائکہ کے آنے جانے کی جگہ ہیں۔ رحمت کا گھر اور علم کا خزانہ ہیں۔

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: نحن خزان علم الله، نحن تراجمة

امر الله، نحن قوم معصومون، امر الله تبارک و تعالیٰ بطاعتنا، و نهی عن معصیتنا، نحن حجة الله البالغه علی من دون السماء و فوق الارض

ہم اللہ کے علم کے خزینے ہیں۔ ہم اللہ کے احکام کے ترجمان ہیں۔ ہم معصوم گروہ ہیں۔ خداوند عالم نے ہماری اطاعت کا حکم دیا ہے اور ہماری نافرمانی سے منع کیا ہے۔ ہم آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر جو کچھ ہے اس کے لیے اللہ کی حجت بالغہ ہیں۔

امام جوادؑ نے اپنے بچپن میں تیس ہزار مشکل مسائل کا جواب دیا۔ جس سے بڑے بڑے علما حیران رہ گئے۔ ملاحظہ کیجئے۔

(بحار الانوار، ج ۵۰ ص ۹۳)

چونکہ حضرات معصومین کا علم مبدا وحی سے متصل ہے اور کسی خاص موقع اور جگہ سے محدود نہیں ہے، اس لیے جب وہ چاہتے ہیں خدا کے حکم سے جان لیتے ہیں۔ اصول کافی سے چند احادیث ہم لکھتے ہیں تا کہ پتہ چلے کہ صاحب کن فیکون کے حقیقی بندے کس مقام و منزلت پر فائز ہوتے ہیں۔

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: ان الامام اذا شآء یعلم علم

امام جب چاہتا ہے کہ جان لے تو جان لیتا ہے۔

ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا: ان الامام اذا شآء ان یعلم اعلم

بے شک جب امام چاہتا ہے حاصل کرے تو اسے علم دیا جاتا ہے۔

اور ایک حدیث میں ارشاد ہے: اذا اراد الامام ان یعلم شیئاً اعلمہ اللہ ذالک

جب بھی امام کسی چیز کو جان لینا چاہتا ہے تو خداوند عالم انہیں اس کا علم دیتا ہے۔

(اصول کافی، ج ۱ ص ۲۵۸، ح ۱، ۲، ۳)

حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب نے ائمہ معصومین کے بارے میں فرمایا: فیھم کرائم القرآن، و ھم کنوز الرحمن ان نطقو صدقو ان صمتوا لم لیسبقوا

ان میں قرآن کریم کے نفائس موجود ہیں، رحمان پروردگار کے خزانے ہیں۔ اگر بولتے ہیں تو سچ بولتے ہیں اور خاموش رہتے ہیں تو کوئی ان سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔

(نہج البلاغہ، خ ۱۴۳)

اور جو کچھ ان حضرات کے ذریعے ملا ہے صحیح اور درست علم ہے امام باقرؑ نے سلمہ بن تسہیل اور حکم بن عتیبہ سے فرمایا: شرقاً و غرباً فلا تجدان علما صحیحاً الا شیئا صحیحاً خرج من عندنا اھل البیت

تم مشرق و مغرب میں ڈھونڈو تم کوئی درست اور صحیح علم حاصل نہیں کر سکتے مگر وہی علم صحیح و درست ہوگا جو ہم اہلبیت کے ذریعے ملا ہو۔

(حر عاملی، وسائل الشیعہ، ج ۱۸ ص ۲۲۴، ۱۶، ۲۲، ۲۶)

امام جعفر صادقؑ کا ایک شاگرد فضیل کہتا ہے کہ میں نے ابا جعفر امام محمد

باقرؑ کوفرماتے ہوئے سنا: **کل مالم یخرج من هذا البیت فهو باطل**

جو بھی (علم) خاندان وحی اہلبیت سے نہ ملا ہو، باطل ہے۔

(وسائل الشیعہ، ج ۱۸، ص ۴۵، ۳۶)

ہمیں اپنے ائمہ معصومین کے علمی مقام کی طرف توجہ دینا چاہیے۔ یہ نامناسب ہے کہ اپنے ائمہ کی دوسرے دینی رہبروں سے موازنہ کریں کیونکہ ائمہ معصومین خدا کے چنے ہوئے ہیں اور دوسرے پیشوا مخلوقات کے چنے ہوئے ہیں۔ جو خدا کے چنے ہوئے ہیں حقیقی علم رکھتے ہیں۔ تحصیل علم اور عمر کی کمی بیشی ان کے ہاں کوئی معنی نہیں رکھتی ہے۔

اصول کافی، بصائر اور بحار میں متواتر روایات ملتی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کا علم اکتسابی نہیں بلکہ یہ لوگ کامل ترین انسان اور اسما و صفات الٰہی کے مظہر تام ہیں۔ اللہ کے اسما میں سے ایک علیم ہے۔ لہذا ائمہ کا علم خدا کے علمی خزانے سے متصل ہے۔ تاریخی شواہد اور ائمہ کی سیرت گواہ ہے کہ حضرات ائمہ نے کسی بھی استاد کے سامنے زانوئے ادب تہ نہیں کیا۔ کسی استاد یا مکتب کے محتاج نہیں تھے۔ لوگوں سے کچھ یاد نہیں کیا۔ بلکہ لوگوں کو سکھانے کے لیے خدا نے منتخب فرمایا۔

بکر بن کرب کا کہنا ہے کہ میں نے امام جعفر صادقؑ کو فرماتے ہوئے سنا: **اما واللہ ان عندنا ما لا تحتاج الی الناس و ان الناس محتاجون الینا**

خدا کی قسم ہمارے پاس جو کچھ ہے اس کی بنا پر ہم لوگوں کے محتاج نہیں ہیں بلکہ لوگ ہمارے محتاج ہیں۔

(بحار الانوار، ج ۲۶، ص ۲۱، ح ۸)

سیبویہ کے استاد خلیل بن احمد بصری متوفی ۱۷۵ ھ ق حضرت امیر المومنینؑ کے بارے میں کہتے ہیں: احتیاج الکل الیہ و استغنائہ عن الکل دلیل علی انہ امام الکل

تمام لوگوں کا ان کی طرف محتاج ہونا اور ان کا تمام لوگوں سے بے نیاز رہنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ سب کے امام ہیں۔

(ائمہ اور علم اصول فقہ اور مہر کمادی، ص ۳۹)

ائمہ کے لیے علمی منابع جہاں تک تاریخی شواہد سے ملتے ہیں یوں ہیں اس کے علاوہ انہوں نے کسی سے تعلیم حاصل نہیں کی۔

قرآن کریم:

خدا کی کتاب تمام علوم اور دانشوں کا منبع اور ذخیرہ ہے جیسے قرآن کے بارے میں امیر المومنینؑ نے فرمایا: و اللہ ما نزلت آیة الا و قد علمت فیم انزلت و این نزلت

خدا کی قسم قرآن کی ہر آیت کے بارے میں مجھے علم ہے کہ کس کے بارے میں نازل ہوئی اور کہاں نازل ہوئی۔

(انساب الاشراف بلاذری، ج ۱، ص ۹۹)

یا امیر المومنینؑ کا ارشاد: لو اردت ان اوقد علی الفاتحہ سبعین بعیرا لفعلت

اگر میں چاہوں تو سورہ فاتحہ کی تفسیر لکھوں جو ستر اونٹوں کا بار بنے۔

(التراتیب الاداریہ ص ۱۸۳، ج ۳)

عبدالاعلیٰ مولا آل سام کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادقؑ کو فرماتے سنا: واللہ انی لا علم کتاب اللہ من اولہ الی اخیرہ فی کفی فیہ خبر السمآء و خبر الارض و خبر ما کان و خبر ما ھوا یکون قال اللہ عز و جل فیہ تبیان کان شئی

خدا کی قسم! میں خدا کی کتاب کا شروع سے آخر تک کا اس طرح علم رکھتا ہوں گویا سب کچھ میرے کف دست میں ہو جس میں آسمان کی خبریں اور زمین کی خبریں ہوں جو ہو چکی ہوں اور جو ہونے والی ہوں جیسے کہ خداوند عالم کا ارشاد ہے: اس میں ہر چیز کا بیان موجود ہے۔

وراثتِ پیغمبر:

حضرات ائمہ معصومین کے علم کا دوسرا منبع پیغمبر اکرمؐ کی وراثت ہے۔ وہ ان معنوں میں کہ حضور اکرمؐ نے تمام اسلامی معارف اور شرائع امیر المومنینؑ کو سکھائے اور آپ نے یہی علم اپنے بعد ائمہ کو منتقل کیا جیسے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا: انا مدینۃ العلم و علی بابھا۔

میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔ یہ حدیث تمام کتب شیعہ

دسنی میں موجود ہے۔

خود حضرت علی سے پوچھا جاتا تھا کہ دوسرے صحابہ کی نسبت آپ سے حضور اکرمؐ کی زیادہ حدیثیں روایت کی ہیں اس کی وجہ کیا ہے تو آپ فرماتے ہیں: فما نسیت حدیثاًاو شیئا سمعتہ من رسول اللہ

حدیث جو کچھ بھی میں رسولؐ سے سنا ہے اسے نہیں بھولا ہوں اور حضور اکرمؐ نے آپ کو کیسے سکھایا ہے؟ تو اس اس بارے میں خود حضرت علی فرماتے ہیں: لانی کنت اذا سالتہ انبانی و اذا سکت ابتدانی.

جب میں پوچھتا تھا تو آپ مجھے بتاتے تھے اور جب خاموش رہتا تھا تو آپ خود ابتدا کرتے تھے۔

ابا بصیر کہتا ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے پوچھا کہ آپ کے پیروکاروں کا کہنا ہے کہ حضور اکرمؐ نے حضرت علی کو ایک باب سکھایا اور آپؑ نے اس میں ہزار باب کھولے ہیں؟ یہ سن کر امام نے فرمایا نہیں، علم رسولؐ اللہ علیاً الف بابا النفتح من کل باب الف باب

بلکہ رسول اکرم نے امیر المومنین کو ایک ہزار باب سکھائے اور آپ نے ہر باب سے ہزار باب اور کھولے ہیں۔

(بحار الانوار، ج ۲۶ ص ۲۸، ح ۲۸)

ابن عباس حضرت علیؑ کے علم کے بارے میں کہتا ہے کہ ''پیغمبر اکرمؐ کا علم خدا کے علم سے ہے اور علیؑ کا علم پیغمبر اکرمؐ کے علم سے ہے اور میرے علم کا

سرچشمہ علیؑ کا علم ہے۔ میرا اور دوسرے تمام صحابہ کا علم علیؑ کے علم کے مقابلے میں ساتوں سمندر کی نسبت ایک قطرے کی مانند ہے۔''

(الغدیر، ج ۲، ص ۴۵)

متعدد روایات میں وارد ہوا ہے کہ حضرات ائمہؑ نے فرمایا: ہماری باتیں رسول اکرمؐ کی سند کے ساتھ ہیں۔ جو کچھ ہم بتائیں ان تمام کو پیغمبر اکرمؐ سے روایت کر سکتے ہیں۔ کیونکہ ہم نے اپنے آباؤ اجداد کے ذریعے خود پیغمبر اکرمؐ سے سنا ہے۔

ایک دفعہ امام جعفر صادقؑ کے ایک صحابی نے آپ سے پوچھا بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ہم آپ سے کوئی حدیث سنتے ہیں اور بعد میں شک ہوتا ہے کہ آپؑ سے سنا ہے یا آپؑ کے آبائے کرامؑ سے۔ اس صورت میں ہم کس طرح روایت کریں؟ تو آپ نے فرمایا: ما سمعته منی فاروه عن ابی و ما سمعته منی فاروه عن رسول الله۔

جو کچھ تم مجھ سے سنتے ہو اسے میرے والد کے نام سے روایت کرو اور جو کچھ مجھ سے سنتے ہو اسے رسول اللہ کے نام سے روایت کرو۔

(جامع احادیث الشیعہ، ج ۱، ص ۱۷)

ایک اور جگہ فرمایا: حدیثی حدیث ابی و حدیث ابی حدیث جدی و حدیث جدی حدیث الحسین و حدیث الحسین حدیث الحسن و حدیث الحسن حدیث امیر المومنین و

حدیث امیر المومنین حدیث رسول اللہ و حدیث رسول اللہ قول اللہ تبارک و تعالیٰ

میری حدیث میرے والد کی حدیث ہے۔ میرے والد کی حدیث داد کی حدیث ہے اور میرے دادا کی حدیث امام حسینؑ کی حدیث ہے اور امام حسینؑ کی حدیث امام حسنؑ کی حدیث ہے اور امام حسنؑ کی حدیث امیرالمومنینؑ کی حدیث ہے اور امیرالمومنینؑ کی حدیث رسولؐ کی حدیث اور رسولؐ کی حدیث اللہ کا فرمان ہے۔

(جامع احادیث الشیعہ، ص۱۲)

دراصل ائمہ کا اسلوب اللہ کی کتاب اور سنت رسول کو مرکزیت دیتا ہے اور جو کچھ ان کے پاس علمی اثاثہ ہے انہیں دو ذریعوں سے ہے۔ اسی لیے امام صادقؑ سے جب کسی نے پوچھا کہ جو کچھ آپ نے فرمایا ہے وہ ذاتی رائے سے کہا ہے؟ آپ نے فرمایا: جو جواب میں نے تمہیں دیا ہے وہ رسولخداؐ سے ہے۔ ہم اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے۔ ان دو ذریعوں کے علاوہ تمام آسمانی کتابوں سے مکمل آگاہی نیز خدا کی طرف سے امام اور کتاب جامعہ اور صحف فاطمہ بھی ائمہ کے علوم کا منبع اور سرچشمہ ہے۔

حضرات ائمہ کا علم صادقین کے دور میں پھلا پھولا جو بنی امیہ کی حکومت کا زوال اور بنی عباس کی حکومت کا ابتدائی دور تھا۔ لہذا حضرت امام باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ کو ایک موقع ملا کہ مختلف علوم اسلامی کے لیے حوزہ تشکیل دے

دیں اور فقہ آل محمد کو رائج کریں اور رائج کرنے کا موقع فراہم کریں۔ امام باقرؑ نے مختلف اسلامی علوم کو مختلف شعبوں میں تقسیم کیا اور امام صادقؑ نے انہی بنیادوں پر علوم آل محمدؐ کا پرچار کیا اور انہی حضرات کے دور میں بڑے بڑے علما اور فقہا وجود میں آئے۔ جیسے ہشام، ابان بن تغلب، محمد بن مسلم، زرارا بن اعیس ،جعفر بن یزید جعفی ،عمران بن شیبانی، مفضل بن عمر شعبی ،ابوبصیر ،تبرید عجلی اور حماد وغیرہ اسی مکتب صادقین کے تربیت یافتہ ہیں۔ان کے علاوہ اہل سنت کے تمام پیشوا بلاواسطہ یا بالواسطہ ان دو ائمہ کے شاگرد تھے۔ ابوحنیفہ کا جملہ مشہور ہوا: **لو لا السنتان لهلك النعمان۔**

اگر وہ دو سال نہ ہوتے تو نعمان ہلاک ہو چکا ہوتا۔

جب پوچھا گیا کہ کون سے دو سال؟ جواب میں فرمایا کہ وہ دو سال جو میں نے امام جعفر صادقؑ کی شاگردی میں گزارے۔

اسی طرح مالک بن انس بھی جو اہلسنت کے معروف امام ہیں، امام جعفر صادقؑ کے شاگردوں میں سے ہیں۔ امام شافعی بھی امام جعفر صادقؑ کے بالواسطہ شاگرد ہیں، کیونکہ انہوں نے مالک بن شافعی سے سیکھا۔ امام احمد حنبل بھی امام صادقؑ کے بالواسطہ شاگردوں میں سے ہیں کیونکہ ان دونوں نے امام جعفر صادقؑ کی شاگردی اختیار کی۔

حسن بن وشا نے کہا ہے کہ میں نے مسجد کوفہ میں نو سو سے زیادہ اساتذہ کو دیکھا جو سب کے سب یہ کہہ رہے تھے کہ ہم نے جعفرؑ بن محمدؐ سے سنا ہے۔

یہاں تک کی گفتگو سے ائمہ کی منزلت علمی منزلت کا پتہ چلا تو ہمیں علم اصول میں ان کے کردار پر گفتگو کرنا آسان ہوا کیونکہ ائمہؑ بھی پیغمبر اکرمؐ کی طرح احکام الٰہی کو بیان کرنے کی ذمہ داری رکھتے ہیں اور انسانوں کی ضرورت کی بقدر معارف اپنے پیروکاروں کو سکھا دیا ہے۔ علم اصول میں ائمہ کے کردار کو سمجھنے کے لیے ان حضرات کی زندگی کو چار ادوار میں تقسیم کر سکتے ہیں:

پہلا دور: پیغمبر اکرمؐ سے لے کر حضرات صادقینؑ کا دور

دوسرا دور: حضرات صادقینؑ کا دور

تیسرا دور: حضرات صادقینؑ کے بعد سے لے کر عصر غیبت تک

چوتھا دور: عصر غیبت کے بعد کا دور

پہلے دور کو ہم تمہیدی دور کہہ سکتے ہیں۔ دوسرا دور علم اصول کی پیدائش کا دور ہے۔ تیسرا دور علم اصول کے پھیلاؤ کا دور ہے اور چوتھا دور علم اصول کے رائج ہونے کا دور ہے۔

پہلا دور:

پیغمبر اکرمؐ کی وفات سے لے کر امام محمد باقرؑ تک تمام ائمہ کی کوشش اسلام کے نئے پودے کی حفاظت کرنا تھا اور داخلی اور بیرونی خطرات سے بچانا تھا اور ساتھ ہی خلفاء کی علمی اور سیاسی مشکلات کو حل کرنے سے دریغ نہیں کرتے تھے۔ ساتھ ہی حکمرانوں کی فقاہت و اجتہاد کی روش پر تنقید کرتے رہے۔ علم اصول کی پیدائش کے لیے ضمیمہ فراہم کیا۔ اجماع اور قیاس کے

بارے میں ان حضرات کے ارشادات موجود ہیں۔

دوسرا دور:

یہ دور علم اصول کی پیدائش کا دور ہے کیونکہ یہ دور بنی امیہ کی خلافت کا آخری دور اور بنی عباس کی خلافت کا ابتدائی مرحلہ تھا، اس لیے حضرات صادقین علیہما السلام کو ایک موقع ملا کہ درس اور تدریس کے لیے بڑے بڑے شاگردوں کی تربیت کریں اور اسلامی علوم کو مختلف شعبوں میں تقسیم کیا۔

اس بنا پر ہم اگر امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ کو علم اصول کے بانی قرار دیں تو بے جا نہیں کیونکہ ان حضرات کا اصول و قواعد بتانا، صحیح استنباط کے طریقے سکھانا اور اجتہاد کرنے کی ترغیب اور تشویق دینا ہمارے دعوے کی صداقت کی دلیل ہے۔

سید حسن الصدر، تاسیس الشیعہ میں لکھتے ہیں کہ سب سے پہلے جس نے اصول فقہ کی بنیاد رکھی اور اس کے دروازے کھولے اور اس کے مختلف مسائل کو ایک دوسرے سے الگ کیا، وہ امام محمد باقرؑ ہیں۔ ان کے بعد آپ کے فرزند امام جعفر صادقؑ نے خود اپنے اصحاب اور شاگردوں کو اصول فقہ کے قواعد املا کرائے۔ آپ کے اصحاب اور شاگردوں نے ان ابواب اور فصول کی دستہ بندی کر کے مدون کیا۔

امام جعفر صادقؑ کے ان فقیہ شاگردوں میں سے چند ایک کے نام کا ذکر ہم یہاں کریں گے جنہیں ہمارے مذہب حقہ میں بڑی اہمیت حاصل

ہے۔ ابان بن تغلب، ابان بن عثمان احمد الجیلی، ابوعبداللہ الکوفی، بکیر بن اعین، جمیل بن دراج، حماد بن عثمان بن زیاد الرواسی الحارث بن مغیرہ، ہشام بن حکم کندی، معلیٰ بن حسین، برید عجل جمیل بن صالح اسدی، حماد بن زید، حبیب بن ثابت، حمزہ بن طیار، محمد بن لی ابن نعمان المعروف مومن طاق اور زرارہ بن اعین۔

ان میں سے چھ حضرات کو امامؑ نے اسی زبان مبارک سے ''افقہ الناس'' کا خطاب دیا ہے یعنی زرارہ بن اعین، معروف بن خربوز، برید عجلی، ابوبصیر اسدی، فضل بن سیار، مسلم الطائفی ان چھ میں سے امام نے زرارہ بن اعین کو افقہ کہا۔ ان میں سے ہر ایک کے بارے میں چند سطور اختصار کے ساتھ لکھتے ہیں۔ تاکہ پتہ چلے کہ حضرات صادقین کے مدرسے سے کیسے کیسے نابغہ روزگار افراد تربیت پاکر مکتب اہلبیت کو پھیلانے میں مصروف عمل رہے۔

ابان بن تغلب:

آپ نے تین اماموں کا زمانہ پایا یعنی حضرت علی زین العابدینؑ، امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ۔ آپ ہی کے عہد میں وفات پائی۔ بڑے جلیل القدر اور ثقہ تھے۔ امام محمد باقرؑ نے انہی سے فرمایا: اجلس فی مسجد المدینة و افت الناس فانی احب ان یری فی شیعتی مثلک۔

مسجد مدینہ میں بیٹھ کر فتوئ دو کیونکہ مجھے یہ پسند ہے کہ میرے شیعوں میں تم جیسے لوگ ہوں۔ (الفہرست طوسی، ص۴۰)

ابان بن تغلب قاری، فقہ اور لغات کے ماہر تھے۔ نجاشی نے کہا ہے کہ آپ تمام علوم پر سبقت رکھتے تھے۔ قرآن، فقہ، حدیث، ادب، لغت ونحو میں مہارت رکھتے تھے۔ انہوں نے امام جعفر صادقؑ سے تیس ہزار سے زیادہ احادیث روایت کی ہیں۔ اہلسنت کے علما نے بھی ان کے صدق و دیانت کا اعتراف کیا ہے جیسے کہ یاقوت حموی نے لکھا: یہ قاری تھے، لغت کے ماہر اور امامیہ کے فقیہ تھے۔ ثقہ اور جلیل القدر، انہوں نے امام زین العابدینؑ اور امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے۔

(معجم الادبا، ج ا، ص ۱۱۷)

ذہبی لکھا ہے کہ ابان بن تغلب شیعی سمجھے جاتے ہیں۔ بدعتی ہیں مگر ہمیں ان کی سچائی سے واسطہ ہے۔

(میزان الاعتدال، ج ا، ص ۴)

ابن عدی کہتے ہیں کہ ابان بن تغلب روایت میں سچے ہیں گو کہ ان کا مذہب شیعی ہے ان سے روایت میں کوئی حرج نہیں۔

اہلسنت اور شیعہ دونوں کے نزدیک ثقہ روای کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔

ابان بن عثمان بجلی:

کوفہ کے رہنے والے تھے۔ بصرہ میں بھی اقامت تھی۔ آپ امام جعفر صادقؑ اور امام موسیٰ کاظمؑ سے روایت کرتے تھے۔ ابن حبان نے انہیں

ثقہ قرار دیا ہے۔ حضرات ائمہ کے علاوہ آپ کے اصحاب سے بھی روایت کرتے ہیں جیسے زرارہ بن اعین، فضیل بن یسار، عبدالرحمان بن ابی عبداللہ۔ بکیر بن اعین شیبانی یہ زرارہ کے بھائی ہیں۔

برید عجلی:

برید بن معاویہ ابوالقاسم العجلی متوفی ۱۴۸ھ، امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ کے اصحاب میں سے ہیں۔ دونوں سے روایت کرتے ہیں۔ ان کا شمار اصحاب اجماع میں سے ہے، جن چھ حضرات کو امام نے افقہ الناس کہا تھا ان میں سے ایک ہیں۔ یعنی زرارہ ابن اعین، معروف بن خربوذ، برید عجلی، ابوبصیر اسدی، فضیل بن یسار، محمد بن مسلم۔

ہشام بن حکم کندی:

کوفہ میں پیدا ہوئے اور وہیں پلے بڑھے۔ اس وقت کوفہ مختلف اسلامی مذاہب کا مرکز تھا اور علمی مباحث زوروں پر تھے۔ ہشام کو ان کے چچا نے امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں پہنچایا۔ آپ نے علم فقہ، حدیث اور تفسیر کی تعلیم امام جعفر صادقؑ سے حاصل کی۔ ان کی ایک کتاب کتب اربعہ میں شامل ہے۔ امام جعفر صادقؑ کی وفات کے بعد آپ امام موسیٰ کاظمؑ کی خدمت سے وابستہ رہے۔

حمزہ بن طیار:

ان کا پورا نام حمزہ بن محمد الطیار ہے۔ آپ کا شمار فقہا میں ہوتا ہے۔ آپ تمام متکلمین سے فائق تھے۔ فقہ و حدیث اور تفسیر کے ساتھ مناظرے میں بھی بے مثال تھے۔ حضرات معصومینؑ اگرچہ اپنے پیروکاروں کو مناظرے سے روکتے تھے مگر حمزہ بن محمد الطیار کے مناظروں کا تذکرہ سن کر خوش ہوتے تھے۔

ان چند افراد کے ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ حضرات فقہا خود حضرات معصومینؑ کے دور میں موجود تھے۔ ائمہ انہیں ترغیب و تشویق کرتے تھے کہ وہ اس میدان میں آگے بڑھیں اور لوگوں کی رہنمائی کریں، البتہ حضرات معصومینؑ کی موجودگی میں لوگ ان کی طرف زیادہ رجوع نہیں کرتے تھے۔ لہذا اگر حضرات معصومین کی خدمت میں نہیں پہنچ سکتے تو اپنے مسائل کے بارے میں پوچھتے کہ ہم کس سے ان مسائل کو پوچھیں تو حضرات معصومینؑ اس زمانے کے فقہا کی طرف بھیجتے کہ یہ لوگ تمہارے مسائل کا حل جانتے ہیں۔ اس طرح غیبت صغریٰ کے بعد سے فقہا کی ضرورت کا احساس ہوا اور لوگ حضرات معصومینؑ کے نائبین کی حیثیت سے ان کی طرف رجوع کرنے لگے۔

آیت اللہ العظمیٰ سید سعید الحکیم طباطبائی سے مرجعیت کے بارے میں ایک سوال

یہ مقالہ آیۃ اللہ سید سعید الحکیم دام ظلہ العالی کی ایک کتاب ''حول المرجعیۃ'' سے ترجمہ کر کے پیش کیا جا رہا ہے۔

سوال: کیا شیعہ اہلبیتؑ کے نزدیک علماء کی تقلید اور ان سے رجوع کرنا ائمہ کی موجودگی میں یا غیبت صغریٰ میں رائج تھا یا بعد میں رائج ہوا ہے؟

جواب: تمام تعریفیں اس پروردگار کے لیے ہیں جو عالمین کا پالنے والا ہے اور درود و سلام ہو ہمارے سردار اور نبی حضرت محمدؐ اور ان کی پاک آل پر اور قیامت تک ان کے تمام دشمنوں پر لعنت ہو۔

علماء سے رجوع اور ان سے احکام شرعیہ کے بارے میں سوال کرنا، شیعوں کی سیرت رہی ہے اور ابتدائے اسلام سے تمام مسلمانوں کا وطیرہ رہا ہے اور ہر زمانے میں ایک مخصوص جماعت کو فتویٰ دینے والوں کی حیثیت سے پہچانا جاتا تھا۔ اس نہج میں بعض علماء شیعہ کی اس ذمے داری پر نصوص ضمانت

دیتی ہیں۔ جیسے ابان بن تغلب، جن کے بارے میں شیخ طوسیؒ فرماتے ہیں، حضرت امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں: ''اے ابان! مسجد مدینہ میں بیٹھو اور لوگوں کو فتویٰ دو۔ بتحقیق میں اپنے شیعوں میں تجھ جیسا دیکھنا چاہتا ہوں''......

''**فاجلس و افت الناس**......''

معاذ بن مسلم النحوی جیسے، وہ حدیث میں امام صادقؑ سے روایت کرتے ہیں، امام نے فرمایا: میں نے سنا ہے کہ تم لوگوں میں بیٹھتے ہو اور فتویٰ دیتے ہو۔ میں نے کہا: جی ہاں اور میں اس کے بارے میں آپ سے کچھ پوچھنا بھی چاہتا تھا، اس سے قبل کہ میں یہاں سے چلا جاؤں۔

میں مسجد میں بیٹھتا ہوں۔ کوئی آدمی آتا ہے اور کسی چیز کے بارے میں مجھ سے پوچھتا ہے۔ اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ وہ آپ کے مخالفوں میں سے ہے تو میں وہی بتا دیتا ہوں جیسا وہ عمل کرتے ہیں، اور جب کوئی آدمی آئے اور مجھے معلوم ہو جائے کہ وہ آپ سے محبت و مودت رکھنے والا ہے تو میں اسے وہی کچھ بتا دیتا ہوں جو آپ سے ہم تک پہنچا ہے۔ اور جب کوئی ایسا شخص آتا ہے جس کے بارے میں مجھے علم نہ ہو کہ وہ کون ہے تو میں اسے دونوں اقوال بتا دیتا ہوں یعنی فلاں نے یوں کہا ہے اور فلاں سے یوں نقل ہوا ہے اور آپ کے قول کو ان کے درمیان ڈال دیتا ہوں۔ آپؑ نے فرمایا: ''ایسا ہی کرو۔''

صدر اول میں فقہ امامیہ، فقہا کے ذریعے نمایاں نہیں تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ شیعوں پر مشکلات اور فتنوں کا دور رہا جس سے ان کی تمام توجہات سیرت

اہلبیت سے وابستگی اور سیاست کی طرف مرکوز رہی۔ فقہ کے احکام کا بغیر استدلال کے بیان کرنا اہلبیت اور غیر اہلبیت دونوں میں رائج تھا۔ بسا اوقات عام لوگ فتویٰ دیتے تھے اور غفلت کی وجہ سے ایسے احکام بتاتے تھے جس میں اہلبیت علیہم السلام کی تعلیمات کی مخالفت ہوتی تھی۔

کربلا کے دردناک واقعے کے فوراً بعد اہلبیت علیہم السلام کا مقام اور حق ظاہر ہوا۔ باطل اور گمراہ علوم کی وضاحت ہوگئی تو شیعہ ائمہ اہلبیت علیہم السلام کی طرف متوجہ ہوئے، تاکہ ان کے عقائد کے مطابق دین اور فقہ کو حاصل کرسکیں تاکہ دوسروں سے فرق واضح ہوجائے اور ان سے دوری اختیار کرسکیں، جن کے خلاف حسینؑ نے قیام کیا تھا۔

ائمہ علیہم السلام نے ایسے وقت میں جگہ جگہ اپنی تعلیمات کو شیعوں میں عام کرنے کو ضروری جانا اور ان کے عقائد اور فقہ میں محبت اور بغض، تولیٰ و تبریٰ کے بارے میں تعلیمات سکھاتے ہوئے رشد کی کوشش کی تاکہ ان کے پیروکار دوسرے سے بے نیاز ہوسکیں۔ اسی لیے جناب حضرت امام محمد باقرؑ نے امام جعفر صادقؑ کو وصیت کی۔ ہشام بن سالم نے حضرت جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جس وقت میرے پدر بزرگوار حالت احتضار میں تھے، فرمایا، ''میں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ میرے اصحاب کے ساتھ نیک سلوک کرنا'' میں نے کہا، ''میں آپ پر قربان ہوجاؤں۔ خدا کی قسم! میں ان میں سے کسی ایک کو بھی ترک نہیں کروں گا۔ اگر ایک شخص بھی شہر میں ہوتو اسے کسی دوسرے سے پوچھنے

کی نوبت نہیں آئے گی۔''

(الکافی، ج ا، ص ۳۰۶)

امام علیہ السلام نے اپنا وعدہ پورا کیا اور شیعوں کو بھی اپنے علما کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا اور شیعوں نے رجوع بھی کیا۔ ان میں سے ایک گروہ نے فتویٰ دینے کی ذمہ داری قبول کی۔ خود ائمہ علیہم السلام نے ان میں سے بعض کو تربیت دی تھی۔ جیسے سید شعیب نے روایت کی ہے کہ میں نے امام صادقؑ سے پوچھا، ''بعض اوقات ہمیں کچھ پوچھنا پڑتا ہے۔ پس اس وقت ہم کس سے پوچھیں؟'' امام نے فرمایا، ''اسدی یعنی ابا بصیر سے پوچھیں۔''

(اختیار معرفت الرجال، ج ا، ص ۴۰۰)

اس طرح عبداللہ بن ابی یعفور کی روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا، میں نے حضرت امام صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہر وقت آپ سے ملاقات نہیں ہو سکتی۔ اور ہر وقت آپ کے پاس حاضر ہونا ممکن نہیں۔ ایسی صورتحال میں کچھ لوگ جو ہم میں سے ہیں۔ ہم سے پوچھتے ہیں اور میں ان کے ہر سوال کا جواب بھی نہیں دے پاتا۔ پس امام نے فرمایا کہ محمد ابن مسلم الثقفی سے رجوع کریں کیونکہ انہوں نے میرے والد بزرگوار سے تعلیم حاصل کی ہے اور ان کے نزدیک ان کا ایک خاص مقام تھا۔

(وسائل، ج ۱۸، ص ۱۰۵)

علی ابن مسیّب نے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت امام رضاؑ سے پوچھا، میرا گھر دور ہے اور میں ہر وقت آپ تک نہیں پہنچ سکتا۔ میں اپنے دینی

فقہ کس سے حاصل کروں؟ آپ نے فرمایا، زکریا ابن آدم قمی سے حاصل کرو۔ جس کی وجہ سے دین و دنیا کی حفاظت ہوسکتی ہے۔علی بن مسیّب نے کہا جب میں واپس آیا تو زکریا ابن آدم کی خدمت میں گیا اور جن چیزوں کی مجھے ضرورت تھی وہ ان سے پوچھی۔

(وسائل الشیعہ، ج ۱۸، ص ۱۰۶)

عبدالعزیز بن مہتدی کی معتبر میں ہے کہ انہوں نے کہا، حضرت امام رضاؑ سے میں نے پوچھا، میں ہر وقت آپ کی زیارت سے مشرف نہیں ہوسکتا، اس لیے میں دینی تعلیمات کس سے حاصل کروں؟ آپ نے فرمایا: یونس ابن عبدالرحمان سے حاصل کریں۔

(وسائل، ج ۱۸، ص ۱۰۷)

اسی طرح دوسرے گروہوں سے رجوع کرنے کے بارے میں بھی روایتیں وارد ہوتی ہیں۔مثلاً حارث بن مغیرہ اور زرارہ بن اعین، مفضل ابن عمر، عمری اور اس کا بیٹا وغیرہ کی طرف جوع کرنے کو کہا گیا۔اسی طرح بہت ساری احادیث موجود ہیں جس کا شمار کرنا ہمارے لیے ممکن نہیں۔

اسی طرح عام راویوں سے بھی رجوع کرنے کے بارے میں روایات وارد ہوئی ہیں، مگر ان میں کسی خاص شخص کو معین نہیں کیا گیا ہے۔ بہت سارے نصوص میں ایک توقیع (خط) مشہور ہے جو امام منتظر کے عصر غیبت صغریٰ کے وسط یا اوائل میں صادر ہوا ہے، "فاما الحوادث الواقعه فارجعوا فيها

الی رواۃ احادیثنا فانھم حجتی علیکم و انا حجۃ اللہ"۔

(وسائل، ج ۱۸، ص ۱۰۱)

اسی طرح امام ہادیؑ سے بھی ایسی ہی روایت نقل کی گئی ہے۔

آخر کار فقہ میں شیعوں کے لیے ترقی ہوئی اور دوسروں سے بے نیازی حاصل ہوئی۔ محمد بن حکیم کی معتبر میں ہے کہ میں نے حضرت موسیٰ ابن جعفر سے پوچھا، میں آپ پر قربان ہو جاؤں، دین میں ہم نے تفقہ حاصل کیا۔ آپ کی وجہ سے خدا نے ہمیں دوسروں سے بے نیاز کیا ہے، یہاں تک کہ ہم میں سے بعض لوگ مجلس میں لوگوں کے سوالات کے جوابات دے سکتے ہیں۔ یہ خدا نے آپ کی وجہ سے ہم پر احسان کیا ہے۔ حضرت امام ہادیؑ نے جو خط احمد ابن حاتم اور اس کے بھائی کے نام لکھا ہے، "تم دونوں اپنے دین کے بارے میں اس شخص کی طرف بڑھو جو ہماری محبت میں تم سے بڑھ کر ہے اور ہر اس شخص کی طرف جو ہماری حکومت کے بارے میں زیادہ کوشش کرنے والا ہے۔ ایسے دونوں افراد تم دونوں کے لیے کافی ہوں گے، انشاء اللہ تعالیٰ۔

(وسائل الشیعہ، ج ۱۸، ص ۱۱۰)

بعض اوقات غیر شیعہ بھی اپنے مشکل مسائل میں شیعہ فقہا طرف رجوع کرتے تھے کیونکہ شیعہ فقہا احکام کو صاف چشمہ ولایت سے اخذ کرتے ہیں جو کبھی گدلا نہیں ہو سکتا۔ محمد ابن مسلم نے اپنی موثق میں لکھا ہے کہ ایک رات میں چھت پر سویا ہوا تھا اچانک کسی نے درواز کھٹکھٹایا۔ میں نے دیکھا کہ

ایک خاتون کھڑی ہے۔ اس عورت نے مجھ سے کہا کہ میری ایک بیٹی ہے جس کی شادی ہوئی تھی۔ اسے درد زہ ہوا اور وہ اسی حالت میں مر گئی اور بچہ اس کے پیٹ میں حرکت کر رہا ہے۔ اب اس صورت میں، میں کیا کروں؟ یہ سن کر میں نے کہا، اے کنیز خدا! اس جیسے مسائل کو حضرت امام محمد باقرؑ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میت کے پیٹ کو چاک کر کے بچے کو نکالا جائے۔ محترمہ! آپ بھی ایسا ہی کریں۔ مگر یہ بتائیں کہ میں ایک گمنام شخص ہوں۔ تمہیں کس نے میری طرف بھیجا؟ تو خاتون نے کہا، خدا آپ پر رحم کرے، میں ابوحنیفہ کے پاس گئی تھی، جو صاحب نظر ہیں، مگر انہوں نے کہا کہ میرے پاس اس مسئلے کا کوئی حل نہیں ہے، لیکن تم محمد بن مسلم ثقفی کے پاس چلی جاؤ کیونکہ وہ ایسے مسائل کو بہتر جانتا ہے جب وہ تمہیں بتا دے تو مجھے اس کی اطلاع دینا۔ میں نے اس سے کہا کہ سلامتی کے ساتھ جاؤ۔ خدا خیر کرے۔'' وہ چلی گئی۔ جب میں دوسرے دن مسجد میں گیا تو ابوحنیفہ اس مسئلے کے بارے میں اپنے اصحاب سے گفتگو کر رہا تھا۔ یہ سن کو مجھے ہنسی آئی تو انہوں نے مجھ سے کہا، خدارا مجھے معاف کرو اور زندگی گزارنے دو۔

(رجال کشی، ص ۱۴۶)

حضرات ائمہ علیہم السلام نے علم اور احادیث کو لکھنے کی تاکید کی ہے تا کہ اس طرح علم کی حفاظت ہو سکے اور لوگ اس سے فائدہ حاصل کر سکیں خصوصاً زمانۂ غیبت میں کیونکہ اس زمانے میں لوگوں کو سوائے حدیث لکھنے کے

اور کوئی پناہگاہ نہیں۔ ابی بصیر کی معتبر میں لکھا ہے کہ میں نے حضرت ابا عبداللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا، علم کو لکھو کیونکہ اسے لکھے بغیر تم اس کی حفاظت نہیں کر سکتے۔

(وسائل الشیعہ، ج ۱۸، ص ۵۶)

عبید بن زرارہ کی موثق میں ہے کہ حضرت ابوعبداللہ نے کہا کہ علم کی کتابت کے ذریعے حفاظت کرو، کیونکہ عنقریب تم اس کے محتاج ہو جاؤ گے۔

(وسائل الشیعہ، ج ۱۸، ص ۵۶)

مفضل بن عمر کی حدیث میں ہے کہ حضرت ابوعبداللہ نے فرمایا، علم کو لکھ لو اور اپنے دینی بھائیوں میں اسے رائج کرو۔ اگر تم مرو گے تو تمہارے ورثا کو تمہاری کتابیں وراثت میں ملنی چاہئیں، کیونکہ عنقریب ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ جس میں لوگ صرف کتابوں سے مانوس ہو سکیں گے۔

(وسائل الشیعہ، ج ۱۸، ص ۵۶)

اس کے بعد شیعہ فقہا نے احکام شریعت پر مبنی کتب کی تالیف شروع کی تا کہ لوگ اپنے اعمال کی ادائیگی میں ان کے مطابق عمل کریں۔ یہ کتب رسائل عملیہ کی مانند تھیں۔ انہیں میں سے ایک ''یوم ولیلۃ'' ہے جو یونس بن عبدالرحمان نے تصنیف کی ہے جو حضرت امام رضاؑ کے اصحاب میں سے ہیں۔ بہت ساری نصوص آپ سے نقل کی ہیں اور اس پر عمل کی تاکید کی ہے۔

(وسائل الشیعہ، ج ۱۸، ص ۷۱-۷۲)

اسی طرح کتاب ''یوم ولیلۃ'' جو کتاب التادیب کے نام سے مشہور

ہے، ان کے شاگرد احمد بن عبداللہ بن مہران جو ابن خانبہ کے نام سے مشہور ہیں نے لکھی ہے۔ اور علی بن بابویہ قمی شیخ صدوق کے والد نے ایک رسالہ لکھا، جو غیبت صغریٰ کے زمانے میں فوت ہوئے۔

کتاب ''متمسک بحبل آل رسول'' جسے ابن ابی عقیل العمان جو شیخ ابن بابویہ قمی کے معاصر ہیں نے لکھی ہے، اسی طرح کتاب ''المختصر الاحمدی فی الفقہ المحمدی'' ابن جنید کی تصنیف ہے جو ان دونوں کے قریب کے زمانے کے ہیں اور اسی طرح کتاب من لایحضرہ الفقیہ جسے شیخ صدوق نے غیبت کبریٰ کے اوائل میں لکھا ہے۔ رسالہ عملیہ ہی ہے۔ یہ ان لوگوں کے لیے ہے جن کے لیے فقیہ سے پوچھنا ممکن نہ ہو وہ اپنے احکام دین کو اس میں دیکھ کر عمل کریں۔ یہ کتاب شیخ صدوق کے فتاویٰ پر مبنی ہے۔

اس کے بعد علما کے ایک گروہ کے بعد ایک گروہ نے رسالہ ہائے عملیات لکھنا شروع کیا جیسے شیخ مفید کی مقنع، شیخ طوسی کی ''نہایہ فی مجرا الفقہ والفتویٰ'' وغیرہ مشہور رسائل عملیہ ہیں۔ ان کی تعداد بہت زیادہ ہے جن کا شمار کرنا ممکن نہیں ہے۔

شیعہ علمی حوزوں میں علم فقہ کی تاریخ

احکام شریعت کا علم وہ علم ہے جس کے ذریعے خدا کی طرف سے لائے ہوئے اسلامی قانون کی صحیح طریقے سے پہچان ہوتی ہے۔ اس کی کوشش صدر اسلام سے ہی راویان حدیث نے شروع کی۔ انہوں نے حضور اکرمؐ اور ائمہ معصومینؑ کی روایات کو جمع کر کے احادیث پر مبنی کتابیں لکھیں اور ان کتب کو آج ہم اصول اربع مأۃ (چار سو اصلی کتب) کے نام سے جانتے ہیں۔ پھر یہ تمام کتابیں چار کتب: اصول کافی، تہذیب، من لا یحضرہ الفقیہ اور استبصار کی صورت میں محفوظ کر لی گئیں۔ بعد میں ان کی تمام فقہی احادیث کو ''وسائل الشیعہ'' اور دوسری کتب کی صورت میں جمع کیا گیا ہے۔

اس طرح علم شریعت کی بنیاد قرآن اور حدیث رسول ہے اور ابتدا میں اس کا حصول بہت آسان تھا اور لوگ اپنے تمام مسائل کا حل حدیث سے حاصل کرتے تھے کیونکہ قرآن صرف اجمال اور حدیث اس کی تفسیر ہے، لیکن زمانہ گزرتا گیا اور حدیث سے احکام کا حصول عام لوگوں کی دسترس سے باہر رہ گیا اور اس میں استدلال اور استنباط کا عمل دخل شروع ہوا جو صدر اسلام سے

زمانے کے لحاظ سے دور ہونے کا فطری نتیجہ تھا اور حضرات ائمہ علیہم السلام نے اس طرح استنباط اور استدلال کرنے کا حکم فرمایا۔ اس طرح علم فقہ وجود میں آیا جو دراصل قرآن کے حکم "ما کان المومنون لینفروا کافةً فلو لا نفر من کل فرقة منهم طائفة لیتفقهوا فی الدین لینذروا قومهم اذا رجعوا الیهم لعلهم یحذرون" پر عملدرآمد تھا۔ اس طرح علم حدیث سے علم فقہ وجود میں آیا اور نشو ونما پائی اور آج کے زمانے میں اس علم نے اس قدر وسعت پائی ہے کہ اس کے تمام ابواب میں مہارت (اسپشلائزیشن) حاصل کرنے کے لیے انسان کی پوری عمر صرف ہوتی ہے۔ پھر بھی اس کے تمام ابواب پر دسترس حاصل نہیں ہوتی۔ علم فقہ کی وسعت کو مرحوم نجفیؒ کی کتاب جواہر الکلام میں کماحقہ محسوس کیا جا سکتا ہے۔ البتہ گزرتے زمانے کے ساتھ نئی فروعات بھی وجود میں آتی جا رہی ہیں اور ہر روز جدید مسائل وجود میں آ کر فقہی حکم کے طلب گار ہوتے ہیں اور یہ مسائل مراجع کرام کے ذریعے حوزہ ہائے علمی میں درس خارج کے عنوان سے دقیق استدلال کے ساتھ مورد تحقیق قرار پاتے ہیں۔

یہی وہ علم ہے جس میں احکام شریعت کی استنباط کی جاتی ہے۔ اس علم کو فقہ کہا جاتا ہے، جسے قرآن نے لیتفقهوا فی الدین کہہ کر اس کی طرف متوجہ کیا ہے اور جو شخص اس شعبے میں اجتہاد یعنی اسپشلائزیشن کرتا ہے، اسے فقیہ یا مجتہد کہا جاتا ہے جبکہ اس کے لیئے دوسرے علوم جیسے ادبیات، اصول، رجال،

درایت وغیرہ اس علم کے مقدمات اور وسائل شمار ہوتے ہیں جو آج کل ایک علیحدہ حیثیت سے مورد بحث قرار پاتے ہیں۔

شیعہ فقہ کی تاریخ غیبت صغریٰ کے زمانے سے شروع ہوتی ہے یعنی ۲۶۰ھ سے ۳۲۰ھ ہجری کے زمانے سے، کیونکہ غیبت صغریٰ سے پہلے کا زمانہ حضرت ائمہ اطہارؑ کے ظہور کا زمانہ تھا اور لوگ اپنی ضروریات کو خود ائمہ علیہم السلام سے پوچھا لیا کرتے تھے لیکن تاریخ سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ خود حضرات ائمہؑ کے ظہور کے دور میں بھی فقہا اور مجتہدین موجود تھے جو فتویٰ دینے کی اہلیت رکھتے تھے اور خود ائمہ اطہارؑ انہیں فتویٰ دینے کی ترغیب اور تشویق دیتے تھے، لیکن حضرت ائمہ معصومینؑ کی موجودگی میں انہیں کوئی خاص اہمیت حاصل نہیں تھی اور جب لوگ حضرات ائمہ تک نہیں پہنچ پاتے تھے تو انہیں فقہا کی طرف رجوع کیا جاتا تھا اور خود یہ فقہا بھی اپنی مشکلات کو حضرات ائمہ سے معلوم کرتے تھے۔ اس طرح علم فقہ کے مندرجہ ذیل مختلف ادوار سامنے آتے ہیں:

۱۔ **شیخ طوسی سے قبل کا دورہ:** اس دوران میں مسائل فقہی احادیث اور اخبار ائمہ کے نقل کی صورت میں تھے۔ اور یہ روش امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ کے دروس کی صورت میں تھی جو تحریری صورت میں اصول اربع مأۃ کی شکل میں مدون ہوئے۔ آج کے زمانے میں ہمارے پاس ان کی اصل موجود نہیں لیکن ان کی احادیث شیعوں کی کتب اربعہ میں جمع کی گئی۔

۲۔ **شیخ طوسی وفات ۴۶۰ھ کا زمانہ**: اس زمانے میں یعنی تقریباً گیارہ سو سال قبل نجف اشرف کے حوزہ علمی کی بنیاد پڑی اور فقہ اہلبیت ایک خاص اسلوب کے ساتھ بنیاد پذیر ہوا۔ اس کی اعلیٰ مثال خود شیخ طوسی کی کتب تہذیب اور الاستبصار کی صورت میں ہے۔ یہ روش دسویں صدی تک جو شہید ثانی کے زمانے سے مقارن ہے جاری رہی۔

۳۔ **شہید ثانی ۹۶۵ھ کا زمانہ**: یہ دوران تقریباً ایک صدی بعد تک جاری رہا، اس دوران محقق کرکی نے حوزہ علمیہ اصفہان کی بنیاد رکھی، جہاں فلسفہ میں میر داماد، ملا صدرا اور حدیث میں ملا محمد باقر مجلسی اور ملا محمد تقی مجلسی جیسی علمی ہستیاں پرورش پائیں۔

۴۔ **وحید بھبھانی کا زمانہ**: اس دوران میں آپ نے حوزہ علمیہ کربلا میں علم فقہ، اصول فقہ اور اجتہاد کا دفاع کرتے ہوئے ثابت کیا کہ اجتہاد و فقاہت کی بنیاد اصول فقہ پر قائم ہے، جو حضرات صادقین کی تعلیمات سے اخذ ہے کہ حضرات ائمہؑ کا ارشاد ہے: ''ہم تمہیں اصول بتا دیتے ہیں اس کی جزئیات تم خود اخذ کر لینا۔''

۵۔ **مکتب سامرہ کا زمانہ**: اس خاص اسلوب کی تدریس میرزای بزرگ نے کی اور حوزہ علمیہ سامرہ کی بنیاد رکھی جو بعد میں مکتب سامرائی کے نام سے مشہور ہوا۔ آپ ہی ہیں جنہوں نے تمباکو کے حرام ہونے کا فتویٰ دے کر سیاست میں حوزہ علمیہ کی دخالت کو عروج پر پہنچایا۔ یہ حوزہ ۱۳۱۸ھ تک قائم تھا۔

۶۔ **شیخ عبدالکریم حائری کا زمانہ:** حضرت شیخ عبدالکریم حائری نے حوزہ علمیہ قم کی تاسیس کی اور اسے نئی زندگی دی۔ آپ کے بعد حضرت آیت اللہ بروجردی نے اسے اس کی ارتقائی منزل سے ہمکنار کیا۔ تدریس اور استنباط و اجتہاد میں آپ کی روش ایک خصوصی اہمیت کی حامل رہی۔ اسی دوران فقہ مقارن کو زندگی ملی۔

بعض لوگوں کی نظر میں اس حوزہ میں فقہ کا سلسلہ اس کے آخری سو سالوں میں رک گیا تھا، لہذا اس بات کی ضرورت محسوس کی گئی کی تدریسی روش اور اس کی تحقیق میں ایک انقلابی اقدام کیا جائے۔

علم اصول کی تاریخ

جیسا کہ علم فقہ علم حدیث سے وجود میں آیا۔ اسی طرح اصول کا علم، علم فقہ سے وجود میں آیا۔ جس وقت فقہی مسائل عمیق اور دقیق ہوتے گئے اور دلیل کی طلب کی طرف رجحان پایا تو استنباط ممکن نہیں تھا اور یہی وہ عناصر ہیں جو علم اصول کی بنیاد ہیں۔ بنیادی طور پر حضرات صادقین یعنی امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ نے اخبار علاجیہ کے عنوان سے برائت اور استصحاب کا صحیح خاکہ پیش کیا جس کی بناء پر فقہای عظام نے تجزیہ و تحلیل کرتے ہوئے بیشتر استحکام حاصل کیا۔

اسی کے بارے میں معصومؑ کا ارشاد ہے: ہم اصول بتا دیتے ہیں، تم فروع خود حاصل کرنا۔

علم اصول کے تاریخی مراحل

۱۔ یہ علم ابتدا میں فقہای امامیہ کی کتب میں منتشر صورت میں موجود تھا۔ جیسے ابن ابی عقیل عمانی، ابن جنید اسکافی، جو چوتھی صدی ہجری میں گزرے ہیں۔

۲۔ دوسرے مرحلے میں شیخ مفید علیہ الرحمہ نے ایک کتاب لکھی اور ابن ابی عقیل اور اسکافی کے نظریات کی تنقید کرتے ہوئے ان کی اصلاح کی۔

۳۔ تیسرے مرحلے میں سید مرتضیٰ نے ایک کتاب الذریعہ لکھی اور شیخ طوسی نے ''العدۃ فی الاصول'' نامی کتاب تالیف کی جو سید مرتضیٰ کے کچھ عرصے بعد لکھی۔

۴۔ چوتھے مرحلے میں استاد وحید بھبھانی نے حوزہ کربلا میں فقہ واجتہاد کو علم اصول کی بنیاد پر مستحکم کیا، جو اس کے بعد کے علما کے کام کی بنیاد بن گیا اور تمام مقدماتی تحصیلات علم اصول کی بنیاد پر قرار پائیں۔

۵۔ پانچواں دور: شیخ انصاری ۱۳۸۱ھ کے بعد کا زمانہ جس میں علم اصول ایک معقول علم کی صورت اختیار کر گیا اور یہ زمانہ مرحوم کمپانی کے دروس کے ساتھ عروج پر پہنچا۔ آہستہ آہستہ فلسفہ بھی علم اصول کا جزو لاینفک بن گیا اور اس کے بہت زیادہ فروعات بنائے گئے اور بڑی وسعت پائی اور طلبہ نے دوسرے شعبوں کو چھوڑ کر اس کی طرف زیادہ توجہ دی اور بعض اوقات مفروضہ مسائل پر بحث ومناظرہ بھی ہونے لگا۔ نجف اشرف کے حوزہ علمیہ کے آخری

دور میں ایسی صورت حال تھی کہ اس میں اصول کے طویل دورانیے رہے۔ جس کی مانند قم میں بھی تدریس شروع ہوئی۔

۶۔ چھٹا مرحلہ: یہ دورہ حضرت آیت اللہ بروجردی کے بعد کا زمانہ ہے۔ اگرچہ آپ اس علم کے تبحر تھے مگر اس کی طرف کم توجہ دیتے تھے لیکن ایسا بھی نہیں کہ مسائل فقہی کے حصول میں شک وتردید کی گنجائش رکھتے ہوں۔ آپ مفروضہ مسائل کی طرف نہیں جاتے تھے بلکہ مسائل فقہی کو براہ راست احادیث سے حاصل کرتے تھے۔ آپ کا اپنا ایک اسلوب تھا۔

اجتہاد اور اس کی اقسام

شریعت اسلامی کے احکام اس کے منابع اربعہ سے چھان بین کر کے فتویٰ بیان کرنے کی صلاحیت حاصل کرنے کو اجتہاد کہا جاتا ہے، جو احکام اسلامی کے بارے میں مہارت یا اسپشلائزیشن رکھنے کے معنوں میں ہے اور جو شخص یہ صلاحیت اور مہارت حاصل کرتا ہے اسے مجتہد کہتے ہیں۔

کسی بھی مجتہد کو اجتہاد کی منزل پر فائز ہونے کے لیے مندرجہ ذیل علوم پر مہارت حاصل کرنی ضروری ہوتی ہے۔ صرف ونحو، لغت عربی، علم معانی بیان، منطق، کلام، اصول فقہ، تفسیر، حدیث اور رجال۔

مجتہد کو فقیہ بھی کہا جاتا ہے۔ مجتہد کی دو قسمیں ہوتی ہیں: مجتہد مطلق اور مجتہد متجزی۔

۱۔ مجتہد مطلق: وہ مجتہد ہے جو احکام اسلام یعنی فقہ کے تمام ابواب پر استنباط کرنے کی قدرت رکھتا ہو، چونکہ علوم اور مسائل فقہی کی وسعت کی وجہ سے اکثر یہ مرحلہ مجتہد کی عمر کے آخری مرحلے میں حاصل ہوتا ہے۔ اس لیے بعض علماء اجتہاد اور تقلید کی تجزی کے بارے میں بات کرتے ہیں۔

۲۔ مجتہد متجزی: وہ مجتہد جس نے احکام اسلامی میں سے چند ایک ابواب میں یا چند خصوصی ابواب میں استنباط کرنے کی قدرت حاصل کی ہو۔ استنباط کی یہ قدرت بہت جلد حاصل ہو جاتی ہے۔

اجتہاد کے سرچشمے

اجتہاد کے چار منابع ہیں جن کی بنیاد پر حکم شرعی بیان کیا جاتا ہے:

۱۔ قرآن کریم: احکام الٰہی کے اخذ کرنے کا اہم ترین منبع قرآن کریم ہے یہاں تک کہ احادیث و روایات کے صحیح و غلط ہونے کا معیار بھی قرآن کریم ہے کیونکہ قرآن کی نص کے خلاف ہر روایت کو رد کیا جاتا ہے۔

۲۔ سنت رسولؐ: سنت رسول اکرمؐ اور اس کے ساتھ حضرات ائمہ معصومینؑ کی سیرت جو ان کی احادیث، افعال اور تقریر پر مشتمل ہے تقریر وہ افعال ہیں جو حضرات معصومینؑ میں سے کسی ایک کے سامنے بجا لائے جائیں اور یہ حضرات منع نہ کریں تو یہ اس عمل کی جواز کی دلیل ہے۔

۳۔ اجماع: معاصر علما کے نظریئے میں وہی اجماع حجت ہے جو قول

معصوم کو کشف کرنے والا ہو۔ یعنی علما کے ایک ایسے گروہ کا اجماع جو کسی ایک فتویٰ پر اتفاق کریں اور یہ اتفاق کلام معصومؑ سے آگاہی کی بنیاد پر ہو۔

۴۔ عقل: وہ قطعی دلائل جن کا ادراک عقل کرتی ہے۔ وہ حکم شرعی کا ملاک ہوسکتی ہے۔ بعض اوقات یہ مسائل عقلی مستقلات ہوتے ہیں یعنی جن کے سمجھنے کے لیے عقل کافی ہے۔ جیسے ظلم کی برائی اور نیکی کرنے کی اچھائی وغیرہ۔

زمانہ غیبت کبریٰ تک حضرات نواب اربعہ کا دور رہا جس میں یہ حضرات براہ راست امام سے احکام حاصل کر کے عوام تک پہنچاتے تھے اور آپ کے آخری نائب ابوالحسن علی بن محمد سمری کی وفات ۳۲۹ھ میں ہوئی۔ نواب اربعہ کے نام یوں ہیں: (۱) عثمان بن سعید ابو عمرو (۲) ابو جعفر محمد ابن عثمان (۳) ابو القاسم حسین بن روح نوبختی (۴) ابوالحسن علی بن محمد سمری

ان کے بعد سے لوگوں نے امام زمانہؑ کے حکم کے مطابق جس میں آپ نے فارجعوا الی رواۃ احادیثنا کہہ کر حکم دیا کہ علما کی طرف رجوع کیا جائے۔ خصوصاً ان علما کی طرف جو حدیث کی روایت کے ساتھ ساتھ درایت کے ذریعے صحیح ترین حکم اخذ کر کے لوگوں کے لیے بیان کرتے تھے، جو فقیہ کہلاتے ہیں۔

چونکہ فقہ اور تدریس فقہ کے بارے میں گفتگو ہوئی ہے اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ غیبت کبریٰ سے لے کر عصر حاضر تک کے فقہائے

کرام کی ایک مسلسل فہرست تحریر کی جائے۔ یہ یاد رہے کہ فقہائے شیعہ کی تعداد صرف اسی پر منحصر نہیں بلکہ اس فہرست میں سب سے زیادہ مشہور و معروف فقہا کے اسمائے گرامی تحریر کیے گئے ہیں جبکہ ان کے علاوہ بھی بڑے بڑے علما اور فقہا بھی ہیں جنہوں نے اپنے اپنے زمانے میں گرانقدر خدمات انجام دی ہیں جیسے آیت اللہ میلانی، آیت اللہ خوانساری، آیت اللہ نجفی مرعشی، آیت اللہ اراکی اور آج بھی ہمارے حوزہ ہائے علمی میں ایسے ایسے فقیہ اور علما موجود ہیں جنہوں نے رسالت انبیاء کی تحریک کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہوئی ہے اور علوم اہلبیت کو نئی نسلوں کو منتقل کر رہے ہیں، جسے ہم نے فہرست کے آخر میں ذکر کیا ہے۔

نمبر شمار	نام	لقب	تاریخ وفات	جائے ولادت	مشہور کتاب
۱	علی بن بابویہ	صدوق اول	۳۲۹ھ	قم	الفقہ الرضوی
۲	حسن بن علی بن عقیل	ابن عقیل عمانی	۳۲۹ھ	عمان	المستمسک بحبل آل رسول
۳	محمد بن علی بن بابویہ	شیخ صدوق	۳۸۱ھ	قم	من لایحضرہ الفقیہ
۴	محمد بن احمد بن جنید اسکافی	ابن جنید	۳۸۱ھ	سکاف، بصرہ اور نہروان کے درمیان	تہذیب الشیعہ لاحکام الشریعہ
۵	محمد بن محمد بن نعمان	شیخ مفید	۴۱۳ھ	بغداد	مقنعہ
۶	علی بن حسین بن موسیٰ	سید مرتضی	۴۳۶ھ	بغداد	الانتصار

۷	ابو جعفر محمد بن حسن طوسی	شیخ الطائفہ شیخ طوسی	۴۶۰ھ	طوس	تہذیب الاحکام، استبصار
۸	شیخ عبدالعزیز بن براج	ابن براج	۴۸۱ھ	مصر	مہذب
۹	شیخ ابو الصلاح تقی بن نجم الدین	حلبی	۴۴۷ھ	حلب	الکافی
۱۰	حمزہ بن عبدالعزیز بلمی	سلار	۴۶۳ھ	طبرستان مازندران	مراسم
۱۱	حمزہ بن علی بن زہرہ	ابو المکارم ابن زہرہ	۵۸۵ھ	حلب	الغنیہ
۱۲	محمد بن علی بن حمزہ	ابن حمزہ	۵۸۵ھ	طوس	الوسلیہ
۱۳	محمد بن ادریس حلی	ابن ادریس	۵۹۸ھ	حلہ	سرائر
۱۴	جعفر بن حسن بن یحیی بن سعید	محقق حلی	۶۷۶ھ	حلہ	شرائع المختصر النافع
۱۵	حسن بن یوسف بن علی بن مطہر	علامہ حلی	۷۲۶ھ	حلہ	قواعد، تذکرۃ الفقہا، مختلف منتہی
۱۶	محمد بن حسن بن یوسف	فخر المحققین	۷۷۱ھ	حلہ	ایضاح الفوائد
۱۷	شمس الدین محمد بن مکی	شہید اوّل	۷۸۶ھ	لبنان	لمعہ، بیان، دروس، ذکریٰ
۱۸	مقداد بن عبداللہ بن محمد بن سیوری حلی	فاضل مقداد	۸۲۶ھ	حلہ	تنقیح الرائع
۱۹	ابو العباس احمد بن فہد حلی	ابن فہد	۸۴۱ھ	حلہ	مہذب، البارع فی شرح، المختصر النافع

۲۰	علی بن محمد بن ہلال جزائری	شیخ الاسلام	۹۳۷ھ	جزائر نزد بصرہ	الدر الفرید
۲۱	علی بن حسین بن عبد العالی کرکی	محقق ثانی محقق کرکی	۹۴۰ھ	لبنان کرک	جامع المقاصد، شرح ارشاد
۲۲	زین الدین علی بن احمد عاملی	شہید ثانی	۹۶۶ھ	لبنان	شرح لمعہ، مسالک الافہام
۲۳	محسن بن مرتضیٰ	فیض کاشانی	۹۸۸ھ	کاشان	مفاتیح الشرائع
۲۴	احمد بن محمد اردبیلی	مقدس اردبیلی محقق اردبیلی	۹۹۳ھ	اردبیل	مجمع الفائدہ، البرہان
۲۵	شیخ بہاء الدین محمد عاملی	شیخ بہائی	۱۰۳۰ھ	لبنان	جامع عباس جبل المتین فی احکام الدین
۲۶	ملا محمد باقر سبزواری	محقق سبزواری	۱۰۹۰ھ	سبزوار	کفایۃ الفقہ
۲۷	حسن بن جمال الدین محمد خوانساری	خوانساری	۱۰۹۸ھ	خوانسار	مشارق الشموس فی شرح الدروس
۲۸	محمد باقر بن محمد بھبہانی	وحید بھبہانی	۱۱۱۸ھ	بھبھان	شرح مفاتیح الشرائع
۲۹	محمد بن حسین بن جمال الدین خوانساری	آقای جمال خوانساری	۱۱۲۱ھ	خوانسار	حاشیہ شرح لمعہ
۳۰	محمد بن حسین بن محمد اصفہانی	فاضل ہندی	۱۱۳۷ھ	اصفہان	کشف اللثام
۳۱	شیخ یوسف بحرانی	صاحب حدائق	۱۱۸۶ھ	بحرین	الحدائق الناضرہ
۳۲	سید محمد مہدی بحر العلوم	بحر العلوم	۱۲۱۲ھ	کربلا	منظومہ فقیہ، مصابیح
۳۳	شیخ جعفر کاشف الغطا	کاشف الغطا	۱۲۲۸ھ	نجف	کشف الغطآ ۔

۳۴	شیخ محمد حسن نجفی	صاحب جواہر	۱۲۶۶ھ	نجف	جواہر الکلام
۳۵	محمد بن ابی ذر نراقی	نراقی اول	۱۲۰۹ھ	نراق کاشان	معتمد الشیعہ
۳۶	ابو القاسم بن محمد حسن گیلانی	میرزای قمی	۱۲۳۱ھ	گیلان	جامع الشتات
۳۷	احمد بن محمد نراقی	نراقی دوئم	۱۲۴۴ھ	نراق کاشان	مستند الشیعہ
۳۸	شیخ مرتضی انصاری	شیخ اعظم	۱۲۸۱ھ	دزفول	مکاسب، طہارت
۳۹	سید محمد جواد عاملی	صاحب مفتاح الکرام	۱۲۶۹ھ	نجف	مفتاح الکرامہ
۴۰	حاج میرزا محمد حسن شیرازی	میرزای شیرازی اول	۱۳۱۲ھ	شیراز	حاشیہ بر نجہات العباد
۴۱	سید محمد کاظم طباطبائی	فقیہ یزدی	۱۳۲۸ھ	یزد	عروۃ الوثقیٰ، حاشیہ مکاسب
۴۲	ملا محمد کاظم خراسانی	اخوند خراسانی	۱۳۲۹ھ	مشہد	حاشیہ بر مکاسب
۴۳	میرزا محمد تقی شیراز	میرزای شیرازی دوم	۱۳۳۸ھ	شیراز	حاشیہ مکاسب صلاۃ الجمعہ
۴۴	میرزا فتح اللہ بن محمد غازی شیرازی	شیخ الشریعہ اصفہانی	۱۳۳۹ھ	اصفہان	افاضۃ القدیر
۴۵	میرزا محمد حسین نائینی	میرزا نائینی	۱۳۵۵ھ	نائین	وسیلۃ النجاب، تنزیہ الملہ وتنبیہ الامہ
۴۶	شیخ عبد الکریم حائری	حاج شیخ موسس	۱۳۵۵ھ	میبد	درر الفوائد
۴۷	سید ابو الحسن اصفہانی	محقق اصفہانی	۱۳۶۵ھ	اصفہان	وسیلۃ النجاۃ

۴۸	سید حسین طباطبائی	آیۃ اللہ بروجردی	۱۳۸۰ھ	بروجرد	مخزات مریض
۴۹	سید محسن حکیم	آیۃ اللہ حکیم	۱۳۹۰ھ	لبنان	منہاج الصالحین، متمسک العروۃ الوثقیٰ
۵۰	سید روح اللہ خمینی	امام خمینی	۸۹ھ	قم	تحریر الوسیلہ
۵۱	سید ابو القاسم خوئی	خوئی	۹۰ھ	نجف	البیان
۵۲	محمد فاضل لنکرانی	آیۃ اللہ فاضل لنکرانی	حیات	قم	
۵۳	سید علی سیستانی الحسینی	آیۃ اللہ سیستانی	حیات	نجف	
۵۴	ناصر مکارم شیرازی	مکارم	حیات	قم	تفسیر نمونہ
۵۵	جواد تبریزی	آیۃ اللہ تبریزی	حیات	قم	
۵۶	وحید خراسانی	آیۃ اللہ خراسانی	حیات	قم	
۵۷	سید سعید الحکیم	آیۃ اللہ حکیم	حیات	نجف	
۵۸	سید علی خامنہ ای	آیۃ اللہ خامنہ ای	حیات	تہران	
۵۹	سید محمد احمد مددی	آیۃ اللہ مددی	حیات	قم	
۶۰	بشیر حسین نجفی	آیۃ اللہ بشیر نجفی	حیات	نجف	
۶۱	سید صادق شیرازی	آیۃ اللہ شیرازی	حیات	قم	

مآخذ ومدارک

۱۔ قرآن مجید
۲۔ نہج البلاغہ
۳۔ صحیفہ کاملہ
۴۔ نہج البلاغہ میں امام الصادق
۵۔ بحار الانوار
۶۔ وسائل الشیعہ
۷۔ من لا یحضرہ الفقیہ
۸۔ مستدرک الوسائل
۹۔ الحیاۃ
۱۰۔ بخاری
۱۱۔ مسلم
۱۲۔ سنن نسائی
۱۳۔ ائمہ وعلم اصول
۱۴۔ مجلہ افق حوزہ
۱۵۔ معجم الادبا
۱۶۔ میزان الاعتدال
۱۷۔ الفہرست (طوسی)
۱۸۔ الفہرست ابن ندیم
۱۹۔ فروع کافی

رِثاءِ محسن الحکیمؒ

از قلم

شاعرِ آلِ محمد جناب نسیم امروہوی اعلی اللہ مقامہ

پیش حرف

۱۹۷۷ء یا ۷۸ء میں ''رثائے محسن الحکیم'' پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ میں نے پورا مرثیہ کئی بار پڑھا۔ اس وقت میرے دل میں ایک خیال گزرا کہ اگر کوئی فقہ اور فقہا کی تاریخ لکھے تو یہ مرثیہ ایک دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس میں نجف اور ایران کے فقہا کے علاوہ برصغیر کے علما کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔

آج چند ناگزیر وجوہات کی بناء پر بہت مختصر طور پر مجھے اس موضوع پر کچھ لکھنے کی ضرورت پیش آئی تو یاد آیا کہ حضرت نسیم امروہویؒ نے بھی اس موضوع پر ایک مرثیہ لکھا ہے۔ لہٰذا میں نے محترم جناب علی کرار نقوی کو زحمت دی تو آپ نے فوراً یہ کتاب مہیا کی۔ اس مرثیے کے بارے میں خود کچھ لکھنے کے بجائے مجھے یہ پسند ہے کہ اس کے بارے میں دوسرے علما اور دانشوروں کی تحریروں کے چند اقتباسات بعینہٖ تحریر کروں۔

علامہ رضی تحریر فرماتے ہیں: ''میں سمجھتا ہوں کہ شاعر آل محمد حضرت نسیم امروہوی اردو زبان کے پہلے وہ ادیب و شاعر ہیں جنہوں نے مرثیہ نگاری کے قدیم طرز میں اس تعمیری فکر کو پیش کیا اور ہماری زبان کے رثائی ادب میں

معتدل تفقہ شعری اور بالغ نظر ادبی اجتہاد سے کام لیا ہے۔ اس طرح انہوں نے مرثیہ کے ادبی اور بدیعی استصحاب کے ساتھ ایک جدید مگر انتہائی تعمیری طرز کا استنباط کر کے شعروسخن کے دھارے کو اس نئے رخ سے پوری طرح آشنا کیا ہے۔ یہ مرثیہ مرکزی تخیل کی حیثیت سے حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ آقای السید محسن الحکیم طباطبائی طاب ثراہ کی شخصیت کے متعلق ہے، مگر اس کی تمہید میں اساطین فقہ جعفری کی ایک مختصر مگر انتہائی بامقصد تاریخ بھی ہے اور ساتھ ہی فقہ واجتہاد کی نظریاتی حقیقتوں پر بنیادی اشارے بھی ہیں۔ یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ یہ مرثیہ نہیں بلکہ جعفری اجتہاد و استنباط کی تاریخ پر ایک منظوم مقالہ ہے۔''

ڈاکٹر ابواللیث صدیقی نے لکھا ہے: ''جناب سید قائم رضا نسیم امروہوی جو ''مرثیہ محسن الحکیم'' کے مصنف ہیں، ''شاعر آل محمدؐ'' کے نام سے متعارف ہیں، بقول رشید احمد صدیقی اعلیٰ درجے کی ادبی اور فنی تخلیق کے لیے شرافت اور اعلیٰ اخلاقی اقدار کا پاس ناگزیر ہے جو شخص ان خصوصیات کا حامل ہوگا اس کی گفتار اور کردار میں ترفع ہوگا۔ جناب نسیم امروہوی اصلاً، نسلاً اور اپنی ذات میں شرافت اور نجابت کا مجسمہ ہیں اور یہی جوہر ان کے کلام میں نظر آتے ہیں۔ زیرنظر مرثیہ جناب آیۃ اللہ محسن الحکیم کی وفات پر لکھا گیا ہے۔ اس مرثیے میں جناب نسیم امروہوی نے ایک ہزار سال کے اکابر علما کا تذکرہ حاصل کر کے اس داستان کو پورا منظوم کر دیا ہے، جس کی ایک کڑی جناب محسن الحکیم تھے۔ ان تفصیلات سے جہاں ان اکابرین کی یاد تازہ ہوئی ہے وہاں جناب نسیم

صاحب کی معلومات اوران کے سلیقہ ترتیب وتزئین کی بھی داد دینی پڑتی ہے۔ ہر بند میں جن علما کا ذکر ہے حواشی میں ان کے بارے میں مختصر اشارے بھی ملتے ہیں، جن سے یہ مرثیہ ایک تاریخی دستاویز بن گیا ہے۔''

ڈاکٹر یاور عباس صاحب کے مطابق: ''جناب نسیم امروہوی نے انسانوں کی تاریخ کا ایک خاکہ کھینچا ہے جبکہ لوگ سلاطین، فاتحین اور ظالمین کی تاریخ نئی نسل کے ناپختہ ذہنوں کو پڑھاتے ہیں۔''

آپ مزید تحریر فرماتے ہیں: ''جہاں مرثیے کی ادبی خوبیوں اور اس کے مذہبی عبور کا تعلق ہے وہاں یہ اعتراف ضروری ہے کہ صاحبانِ علم کے علاوہ مومنین میں بیشتر حضرات اس کی وسعت کو مجھ سے زیادہ پا سکتے ہیں۔ نسیم صاحب نے مسئلہ اجتہاد پر روشنی ڈالی ہے۔ ضرورت اجتہاد پر دلائل پیش کیے ہیں۔ مجتہدین کی اہمیت پر بات کی ہے۔ ترقی کیا ہے؟ کتنی ضروری ہے؟ اور اس پر عقل و دین کا حصار قائم ہے۔ اس کی ضرورت بیان کی ہے اور ان سب کے نظام کے لیے نائب امام کی ضرورت واضح طور پر بیان کی ہے اور ترقی کی مستحکم رفتار کے لیے اس نظام کی ضرورت ثابت کی ہے۔''

آپ نے علما اور دانشوروں کے تاثرات سے اندازہ کیا ہوگا کہ ہم نے اس مرثیے کو کتاب میں صرف مرثیے کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت سے جگہ دی ہے۔ ان عظیم محسنوں کی قدردانی کا حق اس طرح ادا کیا جا سکتا ہے کہ ان کے کام کو دوسری نسلوں تک منتقل کیا جائے۔ اس

طرح ہر نسل میں وہ اپنے کام کے ذریعے زندہ و تابندہ رہیں گے کیونکہ "من ورّخ نفساً کانما احیاھا" جس نے کسی کی تاریخ کو بیان کیا گویا اسے زندہ کیا۔

فقہ صادقؑ کے اساطین کی تاریخ کا یہ سلسلہ حضرت آیۃ اللہ محسن الحکیم پر آ کر رک گیا ہے۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ تلامیذ الرحمان میں سے کوئی دوسرا فرد اس سلسلے کو آگے بڑھاتا اور اس طرح موجودہ زمانے کے فقہا کی تاریخ بھی ثبت ہوتی۔ اگر چاہیں تو یہ حق سب سے زیادہ قسیم نسیم امروہوی صاحب کا ہے۔ خداوند عالم سے دعا ہے کہ ان کی توفیقات میں اضافہ کرے۔

ذوالفقار علی زیدی
خطیب
جامع مسجد مصطفیٰ، عباس ٹاؤن
کراچی

﴿۱﴾

چراغِ منزلِ عرفاں ہے نورِ علم و عمل
تجلیات کا مظہر ظہورِ علم و عمل
مگر، وہ جب، کہ ہو اتنا وفورِ علم و عمل
کہ لاشعور میں ضم ہو شعورِ علم و عمل
تلاشِ دوست میں یوں شرحِ صدر ہوجائے
کہ گم شدہ کو جو پائے، تو آپ کھوجائے

﴿۲﴾

بشر کی روح ہے علم و دل و ضمیر عمل
وہ ہے سراجِ منیر اور مُستَنیر عمل
سرشتِ فکر ہے وہ، سعی کا خمیر عمل
وہ اقتدارِ امارت ہے اور امیر عمل
جو علم سے ہے عمل، تو عمل سے عالم ہے
نہ ہو عمل، تو عالم نہیں ہے ظالم ہے

﴿۳﴾

جمالِ شاہدِ حق علم ہے، عمل ہے جلال
محاسنِ ابدی کا وہ نور ہے، یہ کمال
وہ نخل ہے یہ ثمر ہے، وہ مال ہے یہ مآل
وہ فلسفہ یہ حقیقت، وہ قیل و قال یہ حال
جہانِ ذات وہ ہے، عالم صفات یہ ہے
حیات وہ ہے، مگر مقصدِ حیات یہ ہے

﴿۴﴾

وہ کنزِ مخفیِ غیبی یہ کُن فکاں کی متاع
وہ لامکاں کی ہے پونجی، تو یہ مکاں کی متاع
وہ آسماں کی، تو یہ دَورِ آسماں کی متاع
وہ اُس جہاں کا عطیہ، یہ اِس جہاں کی متاع
وہ ضَو سمیع کی ہے، یہ بصیر کا پَرتو
عَلیم کی وہ جھلک، یہ قدیر کا پَرتو

﴿۵﴾

وہ ہے تفکّرِ ذہنی، یہ ہے خُشوعِ نیاز
وہ رازدارِ حقیقت ہے، اور یہ کاشفِ راز
وہ خضرِ منزلِ ہستی، یہ اُس کی عمرِ دراز
وہ غیب کی ہے کرامت، یہ شخص کا اعجاز
اگر وہ ہے زرِ خالص تو آبِ زر یہ ہے
جو علم، خلدِ بریں ہے تو اُس کا دَر یہ ہے

﴿۶﴾

ضیائے علم سے قائم ہے آب و تابِ عمل
بغیر علم نہیں کوئی کامیابِ عمل
جو ''راسخون'' ہیں ''فی العلم'' وہ ہیں بابِ عمل
جَواب علم کا اُن کے، نہ ہے جَوابِ عمل
نبیؐ ہیں علم کے ساتھ اور نبیؐ کے ساتھ عمل
علیؑ کا صدر ہے علم اور علیؑ کا ہاتھ عمل

﴿۷﴾

نبیؐ ہیں وحیِ خدا سے کتابِ علم و عمل
فروغِ علم و عمل آفتابِ علم و عمل
نبیؐ کے بعد علیؑ فیضیابِ علم و عمل
درِ علوم نے کھولے ہیں بابِ علم و عمل
یہ ہر دو باب میں اس درجہ کامیاب رہے
اُلٹ بھی دے جو کوئی باب کو تو باب رہے

﴿۸﴾

یہ علم اور یہ عمل ہے وہ نعمتِ داور
جو آدمی کو بنا دے بشر سے خیرِ بشر
جہاں میں اس کا ہے مرکز، رسولِ پاکؐ کا گھر
یہ شہرِ علم و عمل، علمِ باعمل کا ہے در
کمی ہے علم و عمل میں نہ یاں فزونی ہے
مزے جہاد کے ہیں، گفتگو سلونی ہے

﴿۹﴾

نبیؐ ہیں منزلِ علم و عمل کے ماہِ تمام
نہ ہوں نبیؐ، تو یہ علم و عمل ہے اِرثِ امامؑ
نہ ہوں امامؑ، تو نائب ہیں وہ فقیہِ انام
جو اجتہاد کی منزل میں صاحب الہام
فُروعِ دیں میں نظر کامیاب ہے اُن کی
کبھی کبھی تو خطا بھی صواب[1] ہے اُن کی

(۱) مجتہد فقیہ کو استنباطِ احکام میں خطا پر ایک اور صواب پر دو اجر ملتے ہیں۔

﴿۱۰﴾

امامؑ آئیں گے کل، اور آج کل ہیں یہی
دوائے دردِ جگر جب نہ ہو، بَدل ہیں یہی
رموزِ غیبتِ مہدیؑ دیں کا حل ہیں یہی
عمل گواہ ہے خود، وارثِ عمل ہیں یہی
ظہور میں جو مشیّت خدا کی حاجب ہے
صلاحِ خلق ہے فرض(۱)، اجتہاد واجب ہے

(۱)فلولا نفر من کل فرقة........، سورۂ توبہ، آیت ۱۲۲

﴿۱۱﴾

یہ اجتہاد کہ فتویٰ ہے جس کی حدِّ سفر
اصولِ دیں، تصرّف سے اس کے ہیں باہر
قدم قدم پہ یہ لازم ہے وقتِ فکر و نظر
کتاب و سنت و اجماع و عقل ہوں رہبر
عمل بھی شرط ہے، اور نفس کی طہارت بھی
وَرَع بھی، زہد بھی، ایثار بھی، عدالت بھی

﴿۱۲﴾

یہ اجتہاد وہ ایک موج ہے ترقی کی
جو ہے ازل سے ابد تک رواں جلی و خفی
ہر اک قدم پہ فلک ہے نیا، زمین نئی
حیات ایک جگہ پر ٹھہر نہیں سکتی
یہ جدوجہد بھی ہے، اور یہی جہاد بھی ہے
جو ارتقا ہے مُسَلّم، تو اجتہاد بھی ہے

﴿۱۳﴾

ہزار سال سے، فقہ و اصول میں یکسر
امامیہ سے ہے مختص یہ اجتہاد، مگر
جو حق ہے، کیوں نہ کہا جائے بَر سرِ منبر
کہ مل سکے گی نہ منزل بغیر سعی و سفر
حُدودِ شرع میں، فکرِ جدید لازم ہے
جدید فکر میں فکرِ مزید لازم ہے

﴿۱۴﴾

سیاستِ ازلی ہے یہ دین کا پیغام
رواجِ علم و عمل ہو بجائے تیغ و حسام
کریں جہاں میں جاری یہی اصول و نظام
رسولِ پاک، امامؑ اور نائبینِ امام
یہ ہیں نبیؐ و امامِ فلک پناہ کے بعد
نجوم راہ دکھاتے ہیں مہر و ماہ کے بعد

﴿۱۵﴾

مسائلِ عملی، ہر قدم ہیں پیشِ نظر
کہ جن سے واقف و ماہر نہیں ہر ایک بشر
بحکمِ شرع بنا یہ اصولِ حق پَروَر
کہ تاجدارِ نیابت ہوں اہلِ فقہ و خبر(۱)
فقیہ و افقہ و زہد آشنا ہوں جو ہم میں
ہیں ناگزیر وہ عالِم ہر ایک عَالَم میں

(۱) دیکھیے توقیع امام زمانہ، ص ۳

۱۶

ہوئے جو غیبتِ کبریٰ میں نائبینِ کرام
وہ نامزد ہیں نہ وارث نہ انتخابِ عوام
نہ قیدِ نسل و وطن ہے، نہ شرطِ جاہ و مقام
جو فقہ و زہد کا مرکز، وہ جانشینِ امامؑ
بصد خلوص سب اس راہ سے گزرتے ہیں
ابھارے یہ نہیں جاتے ہیں، خود ابھرتے ہیں

۱۷

ہر اک وہ ذاتِ گرامی ہے جانشینِ امام
بنے جو حجتِ قاطع سے، حُجۃ الاسلام
ابوترابؑ کا تابع، زمیں پہ عرش مقام
زمانہ نام کا طالب، اور اس کو کام سے کام
وہ علم اور وہ عمل کا ہو جوش سینے میں
کہ دو جہاں سمٹ آئیں اس اک سفینے میں

۱۸

انہیں ابھار دے جن پر جمود ہو طاری
کہ اجتہاد ہے فکر و نظر کی بیداری
فقیہ کی ہیں بہت، ذمہ داریاں بھاری
یہ اس منیب کا نائب، جو نائبِ باری
صدائیں گونج رہی ہیں، کلام غیب میں ہے
کہ مجتہد تو ہے ظاہر، امامؑ غیب میں ہے

﴿۱۹﴾

وہ مجتہد کہ ہے جن کا علوم کو بھی الم
جو دس صدی میں ہوئے نائبِ امامِ امم
کچھ ان میں وہ، کہ مقلد ہیں سب، عرب کہ عجم
کچھ ایسے افقہِ دوراں کہ دائرہ کچھ کم[1]
وسیع خُلق و کرم، جود و حلم بے پایاں
حدودِ کار تھے محدود، علم بے پایاں

(۱) علمائے ہند

﴿۲۰﴾

وہ خاکِ ہند پہ تھے آسمانِ فقہ کے ماہ
میانِ عہدِ جہانگیر جیسے نور اللہ[1]
شہید[2] ثالث و قاضی، قتیل و شرع پناہ
غلامِ پنج تن اور پانچ فقہوں سے آگاہ
خوشی سے ہوگئے قربان مرضیِ رب پر
ہوئے قضا سے مُشرّف، قضا کے منصب پر

(۱) قاضی نور اللہ شوستری (مدفن آگرہ) جو فقہ جعفری کے علاوہ اہل سنت کے ائمہ اربعہ کی فقہ کے بھی عالم و ماہر اور عہد جہانگیری میں قضا کے منصب پر فائز تھے، بحکم بادشاہ شہید (۱۰۱۹) کیے گئے۔
(۲) شہید اول اور شہید ثانی کا ذکر بند نمبر ۲۵ پر دیکھیے)

﴿۲۱﴾

اسی قبیل سے غُفراں[1] مآبِ خلد مقام
اودھ کے چاند، مگر چاندنی تھی ہند میں عام
وہ ہو نمازِ جماعت کہ فقہ کا ہو نظام
انہی کے دور سے جاری ہے تا ظہورِ امام

کلام میں وہ کتابِ عماد لکھ دی ہے
خود اپنی اک سندِ اجتہاد لکھ دی ہے

(۱) غفراں مآب سید دلدار علی (نقوی) جن سے پہلے طریق جعفری پر نماز جمعہ و جماعت ہندوستان میں قائم ہوئی تھی۔ آپ نے اس ملک میں اجتہاد و ہدایت کی بناڈالی اور اقصائے ہند میں جگہ جگہ اپنے تلامذہ کو پیش نماز ی کے لیے بھیجا اور مسجدیں تعمیر کرائیں۔ سب سے اہم تصنیف کتاب "عماد الاسلام" ہے جو پانچ مجلدات پر مشتمل اور علم کلام میں آپ کا بے نظیر شاہکار ہے۔ (وفات: ۱۲۳۵ھ)

﴿۲۲﴾

پھر ان کی آل میں سید(۱) محمدِ ذی جاہ
خطاب جن کا ہے رضواں مآب، طاب ثراہ
انہی کے بھائی وہ سید(۲) علیِ حق آگاہ
جو کربلا میں رہے، زندگی تھی خلد پناہ
یہ سب سے پہلے مُفَسِّر زبان اردو میں
جناں کے پھول کھلائے جہاں اردو میں

(۱) سلطان العلماء سید محمد رضوان مآب، (خلف اکبر غفراں مآب) (وفات: ۱۲۸۴ھ)
(۲) سید المفسرین سید علی (خلف غفراں مآب) جنہوں نے عمر کا آخری حصہ جوار سید الشہدا میں بسر کیا۔ آپ کی تفسیر توضیح المجید، بزبان اردو دو ضخیم مجلدات پر مشتمل ہے۔ (وفات: ۱۲۵۹ھ)

﴿۲۳﴾

جنابِ سید مہدی(۱) تھے افتخارِ زمن
کہ جن کی موت میں سورج کو لگ گیا تھا گہن
فرید و فرد تھے سید حسینِ(۲) کفر شکن
علوم کا تھے یہ کوثر، عمل کی نہرِ لبن
تلامذہ میں فقیہانِ وقت اکثر تھے
یہ مجتہد ہی نہیں، بلکہ مجتہد گر تھے

(۱) سید مہدی (خلف غفراں مآب) آپ کی رحلت کے دن سورج کو گہن لگا (وفات: ۱۲۳۰ھ) (۲) سید العلماء سید حسین علیین مکان (خلف اصغر غفراں مآب) جنہوں نے علمی مناظروں میں مخالفین کو قائل کیا اور آپ کے زمانے میں جتنے فقیہ گزرے تقریباً سب کے سب آپ ہی کے خرمنِ علم کے خوشہ چیں تھے۔ (وفات: ۱۲۷۳ھ)

﴿۲۴﴾

وہ مرتضیٰ(۱) جو درِ علم تھے پئے علما
لحد سے جن کی تلاوت کی آ رہی تھی صدا
وحیدِ عصر وہ بندہ(۲) حسین☆، عبدِ خدا
جو تھے مترجمِ قرآن، ترجمانِ ہدیٰ
وہ عمدۃ العلما اک جنابِ ہادی(۳) تھے
ہدایتوں کے جو مہدی کی طرح عادی تھے

☆ چونکہ علم ہے اس لیے اس کا وہ تلفظ (بندے حسین) نظم میں لایا گیا جو عوام میں رائج ہے

(۱) سید مرتضیٰ بن سلطان العلماء جن کی تلامذہ میں فردوس مآب سید حامد حسین جیسے علماء سرفہرست تھے۔ آپ کے مدفون ہونے کے بعد شرکائے جنازہ نے (جن میں فقہا بھی شامل تھے) آپ کی قبر کے اندر سے تلاوت کی آواز بلند ہوتے ہوئے سنی۔ (وفات: ۱۲۷۰ھ) (۲) ملک العلماء بندہ حسین بن سلطان العلماء۔ آپ نے تفسیر ائمہ کے مطابق قرآن پاک کا ترجمہ کیا اور اردو میں سب سے پہلے مسائل میراث کا رسالہ لکھا۔ (وفات: ۱۲۹۶ھ)
(۳) عمدۃ العلماء سید محمد ہادی بن سید مہدی جو اودھ کے شاہی میں مفتیوں کے انچارج تھے۔ (وفات: ۱۲۷۵ھ)

﴿۲۵﴾

وہ علم و فضلِ محمد تقی(۱) متاعِ عظیم
علی نقی(۲) کی فضیلت عدو کو بھی تسلیم
گلِ ریاضِ شریعت محمد ابراہیم(۳)
مقدمے میں اذاں کے جو قوم کے تھے زعیم
وہ مصطفیٰ(۴) جو ملقب بہ میر آغا تھے
بڑے بڑے فقہائے زماں سے اعلیٰ تھے

(۱) ممتاز العلماء جنت مآب سید محمد تقی بن سید حسین (وفات: ۱۲۸۹ھ)
(۲) زبدۃ العلماء سید علی نقی بن سید حسین (وفات: ۱۳۰۹ھ) (۳) شمس العلماء فردوس مکان سید محمد ابراہیم بن سید محمد تقی، اذان میں کلمۂ اشہداں علیاً الخ کے شمول کا مقدمہ آپ ہی کی جدوجہد سے کامیاب ہوا۔ (وفات: ۱۳۰۷ھ) (۴) عماد العلماء سید مصطفیٰ معروف بہ میر آغا بن عمدۃ العلماء۔ (وفات: ۱۳۲۳ھ)

﴿۲۶﴾

نقیب علم وہ سید علی محمد(۱) سا
کہ سر کا تاج سمجھتے تھے جس کو سب فضلا
ابوالحسن(۲) وہ مَلاذُ العلومِ والعلما
نہ تھا جو اب محمد حسین(۳) علّن کا
تقی(۴) کہ جن کا فقیہوں میں بول بالا ہے
شرف کی ان کے سند جمعہ کا رسالا ہے

(۱) تاج العلما سید علی محمد خلف سلطان العلماء جن کی ترغیب سے بہت سے طلبہ نے فقہ واصول کی تکمیل کی۔ آپ کثیر التصانیف اور عربی کے علاوہ عبرانی زبان کے بھی ماہر تھے۔ (وفات: ۱۳۱۲ھ) (۲) ملاذ العلماء سید ابوالحسن معروف بہ بچھن خلف اصغر سید بندہ حسین، یہ اپنے علم وفضل کی بنا پر بڑے بھائی سے پہلے مرجع تقلید ہوئے۔ (وفات: ۱۳۰۸ھ) (۳) سید محمد حسین معروف بہ علن خلف اکبر سید بندہ حسین، یہ چھوٹے بھائی کی وفات کے بعد مرجع تقلید قرار پائے۔ (وفات: ۱۳۲۵ھ) (۴) سید محمد تقی (مولانا آغ مہدی مقیم کراچی کے والد) بن سید محمد ابراہیم مصنف رسالہ جمعہ بزبان عربی (وفات: ۱۳۴۰ھ)

﴿۲۷﴾

جناب سید باقر(۱) تھے افقہ الفقہا
جنابِ مولوی آقا حسن(۲) بھی راہ نما
جناب سبط حسین(۳) فقیہ صلی علیٰ
جنابِ سیدِ ہادی(۴) چراغِ راہِ ہُدیٰ
یہ ایک گھر میں اور ایک مملکت سے بالا تھے
کہ اہلِ فوج نہ تھے، صاحبِ رسالہ(۵) تھے

(۱) افقہ الفقہا سید محمد باقر (سید محمد تقی بن سید حسین کے نواسے) پرنسپل جامعہ سلطانیہ لکھنو (وفات: ۱۳۴۶ھ)
(۲) قدوۃ العلماء سید آقا حسن (عماد العلماء میر آغا کے بھانجے) آپ نے دینی خدمت کے دوش بدوش قوم کی معاشرتی ومعاشی اصلاحِ حال کے لیے نئی نئی راہیں نکالیں (وفات: ۱۳۴۷ھ) (۳) افقہ زماں سید سبط حسین مقیم جون پور (وفات: ۱۳۷۲ھ) (۴) سید محمد ہادی (سید محمد تقی بن سید حسین کے نواسے) (وفات: ۱۳۵۷ھ)
(۵) وہ مجتہد جامع الشرائط جو مقلدین کے لیے رسالہ عملیہ لکھے۔

۲۸

بہت تھے (۱) اور بھی اس گھر میں، اور ہیں (۲) بھی جلیل
شمار کیا ہو کہ دفتر کثیر، وقت قلیل
ہوئی مثال جو قائم، بنے کچھ اور مثیل
کہ جیسے مفتی عباس (۳)، بے نظیر و عدیل
نصیب گو نہ ہوا افتخارِ دید ان کا
وہ میرے جد کے تھے مرشد، میں ہوں مرید ان کا

(۱) مثلاً: سید ابوالحسن معروف بہ منّن معلم مدرسۃ الواعظین (وفات: ۱۳۵۵ھ)۔ سید احمد معروف بہ علامۂ ہندی (وفات: ۱۳۶۶ھ)۔ شمس العلماء سید ابن حسن (وفات: ۱۳۶۸ھ) (۲) مثلاً: سید العلماء سید محمد پرنسپل جامعہ سلطانیہ لکھنو۔ سید علی نقی مصنف رسائل کثیرہ۔ سید محمد حسن (مقیم کربلائے معلیٰ)، سید کلب عابد امام جمعہ و جماعت لکھنو۔ (۳) مفتی سید محمد عباس جو فقیہ بھی تھے اور شاعر بھی۔ میرے جد امجد فرزدق ہند شمیم امروہوی (وفات: ۱۳۳۳ھ) آپ ہی کے شاگرد تھے۔ (وفات: ۱۳۰۶ھ)

۲۹

انہی کے، مفتیِ احمد علی (۱)، خلف تھے رشید
بڑے تھے جن سے محمد علی (۲)، ادیبِ وحید
تلامذہ میں تھے نجم الحسن (۳) وہ اک خورشید
جو اہلِ مشرق و مغرب کے مرجعِ تقلید
یہی تھے مدرسۃ الواعظین کے بانی
دیارِ کُفر میں تبلیغِ دین کے بانی

(۱) مفتی احمد علی جو دورِ آخر میں صاحب افتاء اور فقید المثال فقیہ اور جامعہ ناظمیہ لکھنؤ کے پرنسپل تھے۔ (وفات: ۱۳۸۹ھ) (۲) مفتی محمد علی جو صدہا قصائد عربی (در نعت و منقبت) کے مصنف اور مشاہیر فقہائے عصر حاضر (حی و میت) کے استاد تھے۔ (وفات: ۱۳۶۱ھ) (۳) شمس العلما نجم الملت والدین سید نجم الحسن (تقوی امروہوی) جو مفتی محمد عباس کے شاگرد رشید اور خویش تھے۔ آپ نے لکھنؤ میں مدرسۃ الواعظین قائم کر کے کل ممالکِ عالم میں مبلغین بھیجے جانے کا سلسلہ آغاز کیا جو اب تک جاری ہے۔ (وفات: ۱۳۶۰ھ)

﴿۳۰﴾

وہ مفتیوں میں محمد قلی(۱) نیک صفات
علوئے مبحثِ تشہید جن کا پرتوِ ذات
انہی کے، حضرت حامد(۲) حسین عکسِ حیات
مشامِ روح کی ترویح، جن کی ہے عبقات
قمر تھے ناصر(۳) ملت ان آفتابوں کے
مصنف آپ تھے پچانوے کتابوں کے

(۱) مفتی سید محمد قلی نیشاپوری کنتوری جو علم کلام کے ماہر، مبلغ اور مشہور مناظر تھے۔ کتاب تشئید المطاعن اور تقلیب المکائد، آپ ہی کے قلم کا شکار ہیں۔ (وفات: ۱۲۶۰ھ) (۲) فردوس مآب سید حامد حسین مصنف عبقات الانوار (درجواب تحفۂ اثنا عشریہ) ہفت مجلدات، آپ کا کتب اسلامیہ کا ذاتی کتب خانہ (واقع لکھنؤ) پاک و ہند کے کل کتب خانوں پر (بلحاظ تعداد کتب، نیز بلحاظ جامعیت علوم وفنون ونوادر) فوقیت رکھتا ہے، جس میں کل اسلامی مطبوعات ومخطوطات وعلمی رسائل واخبارات کے علاوہ علامہ سیوطی کے ایسے علماء وفضلا کے دست مبارک سے لکھی ہوئی کتابوں کے وہ نسخے بھی موجود ہیں جو کسی اور جگہ نہیں ملتے۔ (وفات: ۱۳۰۶ھ) (۳) شمس العلماء ناصر الملت صدر المحققین سید ناصر حسین، آپ ۹۵ کتابوں کے مصنف تھے جن کی تفصیل ''وانا صراہ'' (رثائے مرحوم مصنفہ راقم الحروف) میں درج ہے۔

﴿۳۱﴾

معاصر ان کے ظہور الحسن(۱)، بہ حُسنِ حَسن
اسی قبیل سے یوسف حسین(۲) فخرِ زمن
جنابِ سبطِ نبی(۳) علم و زہد کے مخزن
جنابِ کلبِ حسین(۴) خطیب، ماہرِ فن
سلف کی شان تھی سید حسین(۵) ایسے تھے
قلم سے پوچھو محمد سعید(۶) کیسے تھے

(۱) ظہور الملۃ سید ظہور الحسن (سادات باہرہ، لکھنؤ) جو فقیہ ہونے کے علاوہ منطق وفلسفہ میں دور حاضر کے محقق طوسی اور بوعلی سمجھے جاتے تھے۔ (وفات: ۱۳۵۹ھ) (۲) یوسف الملۃ والدین سید یوسف حسین نجفی (امروہہ) میرے عمِ محترم اور استاد شفیق تھے۔ میں نے نحو، صرف، منطق، فلسفہ، فقہ، اصول فقہ، حدیث، تفسیر اور علم کلام سب کچھ انہی سے پڑھا۔ بنابریں پورے اعتماد کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ مرحوم جامع علوم تھے۔ (وفات: ۱۳۵۵) (۳) سید سبط

نبی بانی وصدر مدرس باب العلم نوگانواں سادات (امروہہ) علم وفضل کے علاوہ زہد وتقوی میں بھی بے نظیر تھے۔ مقلدین کا سلسلہ افریقہ اور مڈغاسکر تک پہنچا۔ (وفات: ۱۳۵۸ھ) (۴) عمدۃ العلما سید کلب حسین (بن قدوۃ العلما) امام جمعہ وجماعت لکھنؤ جو مرجع تقلید ہونے کے علاوہ عدیم المثال خطیب اور ہزار ہا مواعظ حسنہ کے خالق بھی تھے۔ (وفات: ۱۳۷۳ھ) (۵) سید حسین بن سید محمد ہادی، آپ تفقہ اور زہد وتقوی میں اسلام علما کا نمونہ تھے۔ (وفات: ۱۳۸۵ھ) (۶) سعید الملۃ والدین سید محمد سعید (بن ناصر الملۃ) مصنف عبقات الانوار جلد شانزدہم وہفدہم، وکتاب مسانید (احادیث وکتب واقوال ائمہ) ۴۰ مجلدات۔ (وفات: ۱۳۸۷ھ)

﴿۳۲﴾

اَوَدھ سے دور ابوالقاسم(۱) اک فقیہ جلیل
جو پنج آب میں انوارِ پنجتن کی دلیل
کلامِ رب کے مُفسّر تھے یہ مع تاویل
ضیائے شمعِ قلم ہے، لَوامعُ التّنزیل
خَلف بھی آپ کے اک بحرِ علم و عرفاں تھے
وہ حائری(۲) کے تبحّر پہ لوگ حیراں تھے

(۱) سید ابوالقاسم قمی (فقیہ ومفسر) مقیم لاہور مصنف تفسیر لوامع التنزیل۔ (وفات: ۱۳۲۴ھ)
(۲) سید علی حائری مرجع تقلید خواص وعوام پنجاب مقیم لاہور، آپ نے تفسیر لوامع التنزیل کی چند جلدیں مکمل کیں۔

﴿۳۳﴾

یہ اہلِ فقہ و اصول و روایت(۱) و قرآں
زراہِ علم و عمل، نائبِ امامِ زماںؑ
گھرے تھے کفر میں اور تھے مبلّغِ ایماں
دیارِ ہند میں کعبہ، بتوں میں حق کی زباں
بزرگ ان کے جہاں نام تک چھپا کے رہے
یہ ان زمینِ خزف کو نجف بنا کے رہے

(۱) زیرِ نظر فہرست علماء میں اصولیین اور اخباریین ہر دو قسم کے علما شامل ہیں اور توقیع امام عصرؑ کی رو سے دونوں کی قیادت درست ہے جو آپ نے چوتھے نائب خاص ابوالحسن علی بن محمد السمری (وفات: ۳۲۹ھ) کے نام جاری فرمایا تھا: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یا علی بن محمد السمری اعظم اللہ اجر اخوانک فیک فانت میت ما بینک وبین ستۃ ایام فاجمع امرک ولا توص الی احد فیقوم مقامک بعد وفاتک فقد وقعت الغیبۃ التامۃ فلا ظہور الا بعد اذن اللہ تعالیٰ ذکرہ وذلک بعد

طول الامد (بحار الانوار، ج ا، ص ۹۸ و شواہد الاخبار از ملا جامی، ص ۲۱۴)۔ اس توقیع کے بعد علی بن محمد سمری نے عرض کی کہ اب مشکلات کس طرح حل ہوں گی؟ امام نے تحریر فرمایا: اما الحوادث الوقعة فارجعوا فیہا الی رواۃ احادیثنا فانہم حجتی علیکم و انا حجة اللہ علیہم و الراو علیہم کالراد علی سی الراد علی کالراد علی اللہ فہو کحد الشرک باللہ (احتجاج طبرسی، ص ۲۶۳) خلاصہ: امامؑ نے علی بن محمد سمری کے نام فرمان جاری کیا کہ آج سے چھ دن کے اندر تمہارا انتقال ہو جائے گا۔ تم کسی کو اپنی جگہ مقرر نہ کرنا کیونکہ غیبت کبری شروع ہوئی ہے اور اب طویل مدت کے بعد جب خدا چاہے گا ظہور ہوگا۔ علی بن محمد نے عرض کی کہ پھر مشکلات کس طرح حل ہوں گی؟ جواب ملا کہ ہماری احادیث کے راویوں کی طرف رجوع کیا جائے اور ان کے بیان کو حجت اور ان کی مخالفت کو کفر سمجھا جائے۔

﴿۳۴﴾

علاوہ ان کے وہ علام و افقہ و اعلم
جو تھے مراکزِ علمی☆ میں مرجعِ عالم
و دس صدی میں ہیں صدہا، کوئی سوا، کوئی کم
کہ جیسے شیخ کلینی(۱) محدّثِ اعظم
اگرچہ کشتۂ صدماتِ بے تلافی تھے
مگر حمایتِ دین خدا میں کافی تھے

☆ عراق و عجم

(۱) شیخ الاسلام ابو جعفر محمد بن یعقوب بن اسحاق رازی کلینی، صاحب اصول کافی۔ (وفات: ۳۲۹ھ)

﴿۳۵﴾

زبانِ صد وہ شیخ صدوق(۱) فرد و فرید
محمد بن علی نام، مرجعِ تقلید
وہ کاظمین میں شیخِ مفید(۲) اور اتنے مفید
کہ مرتضیٰ و رضیؔ سے تلامذہ ہیں رشید
جنہیں رسول کی بیٹیؑ نے نورِ عین کہا(۳)
یہ دونوں بھائی تھے جن کو حسنؑ حسینؑ کہا

(۱) شیخ صدوق محمد بن علی بن بابویہ قمی (وفات: ۳۸۱ھ) (۲) شیخ مفید ابو عبداللہ محمد بن محمد بن نعمان (وفات: ۴۱۳ھ) (۳) شیخ مفید نے خواب میں دیکھا کہ فاطمہ زہراؑ فرماتی ہیں کہ شیخ! میں اپنے حسنین کو تمہارے پاس

تعلیم کے لیے لائی ہوں۔ دوسرے دن ایک سیدانی دو بچوں کو لائیں اور شیخ کے سپرد کیا۔ ایک کا نام سید مرتضیٰ تھا جو بعد میں علم الہدیٰ کہلائے اور دوسرے سید رضی (جامع نہج البلاغہ) تھے۔

﴿۳۶﴾

وہ ان کے بعد ابوالقاسم(۱) بلند حشم
جو راہِ علم میں ہادی، رہِ ہُدیٰ میں علم
وہ پھر جناب ابوالفتح(۲)، فتحِ بابِ ہمم
محمد بن علی، فاتحِ جہانِ حِکَم
علوم دے گئے دنیا کو قائد ایسے تھے
خزانے بھر دیئے کنزُ الفوائد ایسے تھے

(۱) علم الہدیٰ ابوالقاسم علی بن حسین (وفات: ۴۳۶ھ)
(۲) ابوالفتح محمد بن علی، صاحب کتاب کنز الفوائد (وفات: ۴۴۹ھ)

﴿۳۷﴾

پھر ان کے بعد ریاضِ علومِ دیں کی بہار
وہ شیخ طائفہ(۱)، طوسی جو زبدۃ الاخیار
محمد بن حسن، کلک جن کا گوہر بار
وہ بینش اور وہ بصیرت کہ اہل استبصار
خبر(۲) میں رفعِ شکوکِ تضاد کے بانی
نجف میں جامعۂ اجتہاد کے بانی

(۱) شیخ الطائفہ ابوجعفر محمد بن حسن، بانی جامعہ نجف اشرف و مصنف تہذیب الاحکام و استبصار وغیرہ، آخر الذکر کتاب میں ان احادیث کو نقل کر کے جن میں بظاہر تضاد کا شک ہوتا ہے، رفعِ تضاد کا پہلو واضح کیا (وفات: ۴۶۰ھ) (۲) حدیث

﴿۳۸﴾

وہ اک سمّی محمد(۱) جنابِ شیخ اجل
نجف کی مسندِ علمی کے وارثِ اوّل
وہ شیخ وقت ابو جعفر(۲) اہلِ علم و عمل
جو آمل و طبرستاں کے فاضل افضل
وہ بوعلی(۳) کہ جو مشہد کا دل بھی جان بھی تھے
زبانِ صدق بھی تھے، مجمع البیان بھی تھے

(۱) الشیخ الاجل الشیخ محمد بن شیخ الطائفہ (وفات: ۴۹۴ھ) (۲) الشیخ ابوجعفر محمد بن ابی القاسم آملی طبری (وفات: ۵۴۰ھ) (۳) الشیخ الفقیہ ابوعلی الفضل بن الحسن طبرسی مشہدی صاحب تفسیر مجمع البیان (وفات: ۵۴۸ھ)

﴿۳۹﴾

وہ بُو المکارم حمزہ(۱)، وہ شیخ ابو جعفر(۲)
حلب میں آئنہ علم دینِ پیغمبرؐ
وہ حق نما بنِ ادریس، اہلِ فکر و نظر
جو خود محمد(۳) اور احمد کے ذی شعور پسر
سوار پھر ہوئے شاذان(۴) اس سفینے میں
قیام قُم کا جو چھوڑا، رکے مدینے میں

(۱) ابوالمکارم حمزہ بن علی حلبی (وفات: ۵۸۵ھ) (۲) ابوجعفر محمد بن علی حلبی (وفات: ۵۸۸ھ)
(۳) شیخ ابن ادریس محمد بن احمد حلی (وفات: ۵۹۸ھ) (۴) شیخ اجل ابوالفضل شاذان قمی مدنی (وفات: ۶۱۸ھ)

﴿۴۰﴾

مقیمِ شہرِ نجف و محمد جعفر(۱)
ابوالبقا، ہبۃ اللہ کے جلیل پسر
وہ جعفر(۲) بن محمد، انہی کے نورِ نظر
خطاب جن کا تھا شیخُ الفقیہ مثلِ پدر

اٹھے جو وہ، بنِ طاؤس(۳) ذی فضیلت تھے
حسینی و حسنی وارثِ کرامت تھے

(۱) ابوابراہیم محمد بن جعفر ہبۃ اللہ نجفی شیخ الفقہاء (وفات: ۶۴۵ھ) (۲) شیخ الفقیہ جعفر بن محمد (وفات: حدود ۶۵۰-۶۶۰ھ) (۳) صاحب الکرامات السید الحسنی والحسینی رضی الدین بن طاؤس (وفات: ۶۶۴ھ)

﴿۴۱﴾

وہ کاظمین میں یکتا محققِ طوسی(۱)
جو فلسفی، متکلم، نصیرِ دینِ نبیؐ
وہ جعفر بن حسن(۲) افقہ و جواد و زکی
سبھی شرائع الاسلام پڑھتے ہیں جن کی
وہ ضوفشانی علامہ(۳) بزمِ ملی میں
کمالِ علم کا حُلّہ تھا جسمِ حِلّی میں

(۱) استاذ البشر شیخ الاسلام خواجہ نصیر الدین طوسی کاظمینی محقق، فلسفی، متکلم (وفات: ۶۷۲ھ)
(۲) شیخ الفقہا جعفر بن حسن مصنف کتاب شرائع الاسلام (وفات: ۶۷۶ھ)
(۳) آیۃ اللہ المطلق شیخ جمال الدین علامہ حلی (وفات: ۷۲۶ھ)

﴿۴۲﴾

نصیرِ دین(۱)، وہ کاشانیِ خجستہ صفات
علی تھے ابن محمدؑ مُرقّع حسنات
پھر ان کے بعد وہ فخر المحققین(۲) کی ذات
محمد بن حسن نام، علم دیں کی حیات
وہ تاجِ دین(۳) پھر اک سیدِ موید تھے
جوارِ مدفنِ حیدرؑ میں جو محمد تھے

(۱) نصیر الدین کاشانی علی بن محمد (وفات: ۷۵۵ھ) (۲) فخر المحققین محی الدین محمد بن حسن (وفات: ۷۷۱ھ)
(۳) تاج الدین السید الموید الجلیل عالم نسابہ محمد بن قاسم نجفی (وفات: ۷۷۶ھ)

﴿۴۳﴾

وہ نورِ صاحبِ لُمعہ محمد بن جمال
شہیدِ اول(۱) محروق، آپ اپنی مثال
وہ زین(۲) دینِ نبیؐ، بوالحسن فرشتہ خصال
علی جو نام، تو شیخِ فقیہِ مکتبِ آل
پھر ان کے بعد وہ(۳) مقداد، کنزِ عرفاں تھے
نجف کی روح تھے، بغداد کی رگِ جاں تھے

(۱) الشہید الاول المحروق محمد بن جمال الدین، صاحب کتاب لمعہ فی الفقہ (شہادت: ۷۷۶ھ) (۲) زین الدین شیخ فقیہ ابوالحسن علی حائری (وفات: ۸۲۰ھ) (۳) فاضل مقداد ابوعبداللہ المقداد، صاحب کتاب کنز العرفان نجفی بغدادی (وفات: ۸۲۶ھ)

﴿۴۴﴾

وہ احمدِ بن محمد، جو سالکوں(۱) کا جمال
یہ ان کے زہد کا عالم کہ بہرِ خلق مثال
وہ شمس دین(۲)، محمد کہ شمسِ جاہ و جلال
وطن تھا شام، مگر علم و فضل صبحِ کمال
وہ نورِ دین(۳) محقق، علی، جو کرکی☆ تھے
ثقہ تھے وہ کہ سند قولِ معتبر کی، تھے

☆ باشندۂ مقام کرک

(۱) جمال السالکین الشیخ الزاہد احمد بن محمد (وفات: ۸۲۶ھ) (۲) شیخ شمس الدین محمد شامی (وفات: ۸۴۱ھ) (۳) ثقۃ الاسلام نور الدین علی بن عالی المحقق کرکی (وفات: ۹۳۷ھ)

﴿۴۵﴾

علی وہ لُمعہ کے شارح، کہ مہرِ علم و یقیں
شہیدِ ثانی(۱) و شیخِ جلیل زین الدیں
وہ اردبیلی(۲) ذیجاہ احمدِ حق ہیں

نجف میں بعد فنا بھی جو آج تک ہیں مکیں
پھر ان کے بعد، محمد علی، جلیل[۳] ہوئے
بیان و شرح سے کافی کے جو کفیل ہوئے

(۱) شہید ثانی شیخ جلیل زین الدین علی بن محمد، صاحب کتاب شرح لمعہ (شہادت: ۹۶۶ھ) (۲) مولانا احمد بن محمد اردبیلی مدفون نجف اشرف (وفات: ۹۹۳ھ) (۳) عالم جلیل محمد علی بن محمد شارح اصول کافی (وفات: ۱۰۰۰ھ)

﴿۴۶﴾

جمالِ[۱] دیں حسنِ بن علی و عرش پناہ
شہیدِ ثانیِ ذی مرتبت کے غیرتِ ماہ
وہ اک حسین[۲] کے دلبر محمدِ ذی جاہ
لقب جو شیخ بہائی تو بے بہا واللہ
وہ اک تقی[۳] کہ جو تقوے میں فردِ اکمل تھے
عمل کی بزم میں وہ مجلسیِ اول تھے

(۱) شہید ثانی کے فرزند، مولانا جمال الدین حسن بن علی (وفات: ۱۰۱۱ھ) (۲) محمد بن حسین شیخ الاسلام شیخ بہائی (وفات: ۱۰۳۱ھ) (۳) زاہد ورع محمد تقی مجلسی اول (وفات ۱۰۷۰ھ)

﴿۴۷﴾

وہ اک[۱] محمد صالح جو اصلحِ کونین
کیا جہادِ قلم عمر بھر بہ زینت و زین
وہ پھر نیابتِ غائب کے قلب و روح کا چین
مربی فقہا[۲] و محدّثین، حسین
پھر ان کے بعد وہ جوشِ بہارِ علم و عمل
وہ مجلسی[۳] کی مجالس بہارِ علم و عمل

(۱) مولانا محمد صالح شارحِ اصولِ کافی (وفات: ۱۰۸۰ھ) (۲) مربی الفقہا والمحدثین حسین بن محمد (وفات: ۱۰۹۸ھ) (۳) شیخ الاسلام علامہ مجلسی محمد باقر صاحب بحار الانوار (وفات: ۱۱۱۱ھ)

﴿۴۸﴾

وہ دَورِ فاضلِ(۱) ہندی جناب شیخ جلیل
محمد بن حسن، کشفِ پردۂ تنزیل
وہ شیخ احمد اوحد(۲) جو بے نظیر و عدیل
جزائری، نجفی، واقفِ کثیر و قلیل
جمالِ دین(۳) وہ آقا جنابِ خونساری
جو پتیوں سے پرکھتے تھے بیخ و بُن، ساری

(۱) فاضل ہندی شیخ جلیل محمد بن حسن صاحب کتاب کشف اللثام (وفات: ۱۱۳۷ھ)
(۲) علامہ اوحد شیخ احمد جزائری نجفی (وفات: ۱۱۵۰ھ) (۳) آقا جمال الدین خونساری (وفات: ۱۱۵۵ھ)

﴿۴۹﴾

یہ اٹھ گئے تو سماعیلِ اصفہانی(۱) تھے
دعائے صبح کا جو فیضِ آسمانی تھے
پھر ان کے بعد، معارف کے سنگ پانی تھے
کہ جوئے علم بہانے کو بہبہانی(۲) تھے
نجف میں پھر علمائے کرام کے نائب
جناب سید مہدی(۳)، امامؑ کے نائب

(۱) حکیم اسمٰعیل ماژندرانی اصفہانی صاحب شرح دعاء الصباح (وفات: ۱۱۷۳ھ) (۲) محقق بہبہانی محمد باقر (وفات: ۱۲۰۸ھ) (۳) آیۃ اللہ و صاحب الکرامات الکثیرہ سید محمد مہدی (وفات: ۱۲۱۲ھ)

﴿۵۰﴾

وہ جعفرِ بن خضر شیخ اکبر(۱) نجفی
حجاب اٹھ گئے کشف الغطا سے جن کی سبھی
وہ با اصولِ تفقّہ میں میرزا(۲) قمی
اساس جن کی قوانین پر ہے فتووں کی

پھر اک وہ عالم شرعِ رسولِ امجدؐ تھے
جو نورِ عین تھے مہدی کے، آپ احمد(۳) تھے

(۱) شیخ اکبر جعفر بن شیخ خضر نجفی مصنف کشف الغطا (وفات: ۱۲۲۸ھ) (۲) فقیہ جلیل میرزا قمی ابوالقاسم بن محمد مصنفِ قوانین الاصول (وفات: ۱۲۳۱ھ) (۳) احمد بن مولانا مہدی (وفات: ۱۲۴۴ھ)

﴿۵۱﴾

وہ شیخِ وقت محمد حسن(۱) فقیہِ نجف
کلام جن کا جواہر کی سلک، خود وہ صدف
وہ مرتضٰی جنہیں پہلی(۲) ملی ہے علم کی صف
ہے اب بھی جن کی مکاسب متاعِ کسبِ شرف
وہ اک محمدِ مہدی(۳) کہ بے نظیر تھے وہ
صغیر سن سہی، علامۂ کبیر تھے وہ

(۱) فقیہ کبیر شیخ محمد حسن نجفی مصنف جواہر الکلام (وفات: ۱۲۶۶ھ) (۲) الرئیس العظیم مرتضٰی بن امین مصنف الرسائل والمکاسب (وفات: ۱۲۸۱ھ) (۳) علامۂ کبیر سید محمد مہدی قزوینی (وفات: ۱۳۰۰ھ)

﴿۵۲﴾

محمد(۱) بن محمد وہ عالم نجفی
سمی حضرتِ باقرؑ کے باغِ دل کی کلی
میرزائے محمد(۲) حسن جو شیرازی
یہ مجتہد بھی، مُجدّد بھی، اور زاہد بھی
پھر اک فقیہ جو سرکارِ(۳) مامقانی تھے
شبابِ علم و عمل، زُہد کی نشانی تھے

(۱) مولانا محمد بن محمد باقر نجفی (وفات: ۱۳۰۶ھ) (۲) الزاہد الورع الجدد میرزا محمد حسن شیرازی (وفات: ۱۳۱۲ھ)
(۳) الشیخ الفقیہ الزاہد الورع شیخ محمد حسن بن الموسٰی عبداللہ مامقانی (وفات: ۱۳۱۳ھ)

﴿۵۳﴾

وہ میرزائے[۱] حسینِ خلیل شمعِ ہدیٰ
جہاں میں حق کی نشانی، نشانِ مجد و علا
وہ کاظمِ نجفی[۲] جو مُعلمِ العلما
اخوند، شیخِ خراساں، مُربیِ فُضلا
وہ میری یاد میں جو محوِ حق نمائی تھے
جناب سید کاظم طباطبائی[۳] تھے

(۱) آیۃ اللہ الشیخ میرزا حسین میرزا خلیل (وفات:۱۳۲۲ھ) (۲) استاذ العلما مربی الفضلا اخوند شیخ خراسانی محمد کاظم نجف (وفات:۱۳۲۹ھ) (۳) فقیہ اہل البیت سید محمد کاظم یزدی طباطبائی (وفات:۱۳۳۷ھ)

﴿۵۴﴾

وہ میرزائے[۱] محمد تقی، وہ مردِ عظیم
جو انقلابِ عراقی کے سرفروش زعیم
وغا میں شیرِ جری، درس میں عقیل و فہیم
جو رزم ہو تو دلاور، جو بزم ہو تو کریم
قدم جمائے دمِ تیغ آزمائی تھے
یہ کیوں جہاد سے ڈرتے، یہ کربلائی تھے

(۱) الفقیہ المجاہد میرزائے محمد تقی شیرازی جو انگریزوں کے خلاف انقلابِ عراقی کے زعیم تھے اور جن کی قیادت میں یہ مہم سرسبز ہوئی (شہادت خفی:۱۳۳۸ھ)

﴿۵۵﴾

پھر اک وہ شیخ شریعت[۱] فقیہ اور علام
جو فتحِ رزمِ مسائل میں اصفہاں کی حسام
پھر ان کے بعد وہ عبداللہ[۲] بلند مقام
نبیؐ کے والدِ ذی الاحترام کے ہمنام

یہ نسلِ علم سے تھے، ابنِ مامقانی(۳) تھے
نبیؐ کی شرع میں، اللہ کی نشانی تھے۔

(۱) شیخ الشریعت علامہ اصفہانی (وفات: ۱۳۳۹ھ) (۲) شیخ عبداللہ بن شیخ محمد حسن مامقانی (وفات: ۱۳۵۱ھ)
(۳) آیۃ اللہ المتبحر شیخ عبداللہ بن شیخ محمد حسن مامقانی (وفات: ۱۳۵۱ھ)

﴿۵۶﴾

وہ نائنی(۱) شرفِ نائبین جن کی ذات
وہ بوالحسن(۲) کہ گنے جاسکیں نہ جن کے صفات
وہ اک ضیائے(۳) عراقی جو شمعِ راہِ نجات
اصولِ فقہ کی تجدید جن کا عطرِ حیات
وہ پھر جنہوں نے معیّن عمل کی حد☆ کردی
حسین(۴) نام تھا مشہور تھے بروجردی

☆ اس امر کی جانب اشارہ کہ آپ کے ہاں احکام میں حکم یا نہی صریح کے علاوہ احوط میری نظر سے نہیں گزرا
(۱) شیخ علامہ میرزا حسین نائنی (وفات: ۱۳۵۵ھ) (۲) مجتہد اکبر سید ابوالحسن اصفہانی (وفات: ۱۳۶۵ھ)
(۳) شیخ ضیاء الدین عراقی مجدد اصولِ فقہ (وفات: ۱۳۶۱ھ) (۴) مجتہد اعظم افقہِ عصر سید حسین بروجردی (وفات: ۱۳۸۰ھ)

﴿۵۷﴾

وہ نائبینِ امامت جو خود زعیم بھی تھے
فقیر آلِ محمدؐ بھی تھے، عظیم بھی تھے
ذوی الکرم بھی، مکرم بھی اور کریم بھی تھے
اسی گروہ میں اک محسنؒ الحکیم بھی تھے
زروئے اسمِ گرامی، زروئے باطن بھی
حکیمِ وقت بھی تھے، دینِ حق کے محسن بھی

﴿۵۸﴾

یہ نفس کی عظم سے عظیم کہلائے
دکھائی حکمتِ عملی، حکیم کہلائے
کرامتِ نسبی سے، کریم کہلائے
فلک کے زعم کو توڑا، زعیم کہلائے
جبیں سے جلوۂ علم و عمل ہویدا تھا
عرب کی شان، عجم کا شکوہ پیدا تھا

﴿۵۹﴾

نجف کے مخزنِ علمی کے گوہر نایاب
رئیسِ حوزۂ طلاب، مہرِ عالم تاب
مُدرّسِ ادب و فن، مُعلمِ آداب
اصول و فقہ کی دنیا میں آپ اپنا جواب
یقیں کا جس پہ ہے ایمان، اعتقاد ایسا
جہاد سے بھی جو افضل ہے اجتہاد ایسا

﴿۶۰﴾

مزاجِ علم و عمل کا وہ امتزاجِ حسیں
فروغ فکر و نظر کا وہ حُسنِ با تمکیں
جہاں جہاں بھی جہاں میں ہیں اہل علم کہیں
جوابِ منزلتِ محسن الحکیم نہیں
مزاجِ فقر میں ہیبت بھی، دل نوازی بھی
وہ مجتہد بھی، معلم بھی اور غازی بھی

﴿۶۱﴾

اٹھے تھے جب کہ عراقی بہ عزمِ آزادی
تو ان کا مرتبۂ رہبری تھا بنیادی
تھے سیدِ حسنی، صلح و امن کے عادی
مگر جہاد میں شانِ حسینؑ دکھلا دی
کبھی ہوئی تھی نگاہوں میں جانبین کی شان
کبھی حسنؑ کی سیاست، کبھی حسینؑ کی شان

﴿۶۲﴾

یہ ذات، شاہدِ غیبت کی پردہ دار بھی تھی
نہاں بھی طینتِ معصوم، آشکار بھی تھی
شکوہِ فقر بھی تھا، شانِ اقتدار بھی تھی
نہ تھا قلم ہی تصرف میں ذوالفقار بھی تھی
بوقتِ درس، مُعلّم تھے یہ، نبیؐ کی قسم
دمِ جہاد مجاہد بھی تھے، علیؑ کی قسم

﴿۶۳﴾

کسے نصیب زمانے میں یہ رسوخ و اثر
میانِ مشرق و مغرب ہو مثلِ شمس و قمر
رہِ اخوتِ ملّت کے ہادی و رہبر
رسولؐ کے کلمہ گو، عمل کے پیغمبر
بشر تھے اور مقامِ بشر سے فائق تھے
بوجہِ خُلقِ حسن مرجعِ خلائق تھے

﴿۶۴﴾

اگرچہ مرجعِ تقلید تھے بلا تردید
مگر مزاج میں اپنے نہ تھی ذرا تقلید
قدیم ہوں وہ مسائل کہ مرحلے ہوں جدید
ہر ایک امر میں تحقیق و اجتہادِ مزید
بھلا حکومتِ جابر کے ہمنوا ہوتے؟
یہ مجتہد تھے، مقلّد کسی کے کیا ہوتے!

﴿۶۵﴾

نظر نظر سے نمودِ کمالِ عرفانی
رخِ جمیل، امینِ جمالِ ایمانی
وہ آستانِ علیؑ پر خمیدہ پیشانی
بوجہِ خاکِ درِ بوترابؑ، نورانی
بلند مہرِ فلک سے کلاہِ علم و عمل
نجف کے چاند کا پرتو یہ ماہِ علم و عمل

﴿۶۶﴾

وہ ماہ، جس سے ہدایت نے روشنی پائی
وہ ماہ، جس نے ضیائے علوم پھیلائی
وہ ماہ، مہرِ امامت کا جو تولاّئی
وہ ماہ، ظلم و جہالت کا جو تبرّائی
ستارہ ٹوٹ کے زہراؑ کے گھر جو آیا تھا
اُسی کے نور کا اس ماہ پر بھی سایا تھا

﴿٦٧﴾

وہ ماہ، جس کا تدبُّر تھا انقلابِ جہاں
وہ ماہ، جس کی کرن عکسِ رحمتِ یزداں
زفرق تا بہ قدم دینِ حق کی روحِ رواں
عمل کا ہاتھ، صداقت کی روح، حق کی زباں
خدا کی راہ میں الفت کا داغ لے کے چلے
سیاستِ علوی کا چراغ لے کے چلے

﴿٦٨﴾

سیاست ان کی حقیقت بکف سیاست تھی
دماغ زیرِ اثر تھے، دلوں پہ ہیبت تھی
نہ حکم تھا نہ حکومت نہ کوئی طاقت تھی
مگر یہ رعب کے حلقہ بگوش ملت تھی
خفیف سا اک اشارہ نگاہ کا پا کر
بساطِ فقر پہ جھکتی تھی سلطنت آ کر

﴿٦٩﴾

عطائے عقدہ کشا تھا جو ناخنِ تدبیر
ذرا سی دیر میں عقدوں کی کھول دی تقدیر
کہیں نہ کیوں انہیں ایثار و عزم کی تصویر
بڑھائی عزت ذاتی سے قوم کی توقیر
کوئی کرے نہ کرے قدر رہنمائی کی
قسم خدا کی خدائی میں نا خدائی کی

﴿۷۰﴾

ہوا نہ خدمتِ دینی کا ولولہ کبھی سرد
زباں پہ شکرِ الٰہی، تو دل میں قوم کا درد
عمل کی بزم میں یکتا، جہانِ علم میں فرد
مجاہدِ حق . سپاہی، جہادِ عزم کے مرد
خجل ہے کفر وہ باطل سے انتقام لیا
زبانِ تیغ کا تیغِ زباں سے کام لیا

﴿۷۱﴾

وہ ذوقِ علم، وہ پیری میں معرفت کا شباب
وہ محویت وہ ریاضت، وہ فکرِ روزِ حساب
خود اپنے دل میں خموشی سے وہ سوال و جواب
جو بول اٹھے تو کرامت، جو چپ رہے تو کتاب
کسی سے کوئی تمنا، نہ تھی کسی سے غرض
خدا کا ذکر، نبیؐ سے ولا، علیؑ سے غرض

﴿۷۲﴾

وہ سادگی، کہ تجمل کو ہیچ گردانا
وہ تازگی، کہ ہر اک درد کو خوشی جانا
وہ زندگی، کہ حیاتِ ابد کو پہچانا
وہ بندگی، کہ خدائی نے ناخدا مانا
وہ اختیار، کہ سب کے دلوں پہ چھا کے رہے
وہ انکسار، کہ سردار سر جھکا کے رہے

﴿۷۳﴾

وہ خُلق، خُلقِ پیمبرؐ کی لذتیں جس میں
وہ فَقر، فقرِ ائمہ کی عظمتیں جس میں
وہ عجز حق، صداقت کی طاقتیں جس میں
وہ علم، علم امامت کی نسبتیں جس میں
مزاج وہ، کہ حوادث تھے بے اثر جس پر
نگاہ وہ، کہ مشیت کی تھی نظر جس پر

﴿۷۴﴾

وہ صبر و ضبط، کہ یکساں نظر میں شادی و غم
وہ فہم و فکر، کہ مشکل کشائے اہلِ ہمم
وہ عزم و حزم کہ لرزے نہ مشکلوں میں قدم
وہ رزم و بزم، کہ بھرپور ضربِ تیغ و قلم
وہ علم و فضل، کہ رازِ خفی بھی جان لیا
وہ اجتہاد، کہ ہر مجتہد نے مان لیا

﴿۷۵﴾

ہر اعتبار سے تھی جامعِ صفات یہ ذات
کہ موت علم کی موت اور حیات حق کی حیات
وہ نورِ عقل، کہ پیدا ہو جس سے بات میں بات
وہ شانِ نقل، کہ ذی عقل جس کے سامنے مات
وہ گفتگو جو کسی وقت بے مآل نہ تھی
صداقتوں کی کسوٹی تھی، بول چال نہ تھی

﴿۷۶﴾

بیان ہو کہ معانی، حدیث ہو کہ کلام
ہر ایک علم میں یہ نائب امامِ انام
حکیم وہ، کہ رہی زیرِ حکم قوم تمام
ادیب وہ، کہ ادب سے جھکے خواص و عوام
خطیب وہ، کہ فصاحت ہر ایک بات میں تھی
طبیب ہو، کہ طبابت کی نبض ہات میں تھی

﴿۷۷﴾

وہ ان کا مدرسۂ فیضِ دیں کا پشت و پناہ
علیؑ کے شہر میں تعلیم کی اقامت گاہ
وہ طالبانِ علوم اہلِ فضل و حق آگاہ
وہ درس گاہِ عمل، لا الہ الا اللہ
وہ شانِ جذب، وہ جذبِ صفات کیا کہنا
صفات سے جو بنی تھی وہ ذات کیا کہنا

﴿۷۸﴾

وہ موعظہ ہو کہ فتویٰ، یہ احتیاط کا پاس
جو کہہ دیا وہ اصول اور جو لکھ دیا وہ اساس
لکھے ہوئے وقت ان کے پڑھیں جو نکتہ شناس
ملے ثوابِ بیانِ روایتِ قرطاس
قلم دلیروں کی تیغِ شدید سے افضل
سیاہی آپ کی، خونِ شہید سے افضل

﴿۷۹﴾

وہ پاسِ شرع مروت کو جس میں دخل نہ تھا
کہ جیسے اپنی جگہ پر اٹل ہے کوہِ صفا
وہ سبز باغ دکھا کر جو اک جواہر کا
کسی نے سود کا ان سے کیا تھا استفتا
گیا تھا سونے کے پانی سے وہ وضو کرکے
انہوں نے پھیر لیا منہ کو، آخ تھو کرکے

﴿۸۰﴾

وہ تھا مُصر ی صورت جواز فرما دیں
حقیقتہً نہیں، شکلِ مجاز فرما دیں
میانِ سود و رِبا امتیاز فرما دیں
ذرا تو پُر شکم و آز فرما دیں
بیاں وہ سود کی شرحِ مزید ہوجائے
کہ ترجمانی عصرِ جدید ہوجائے

﴿۸۱﴾

بگڑ گئے تھے یہ سُن کر جناب کے تیور
کہا تھا غیرتِ حق نے کہ او مہوّسِ زر
پھنسیں کے دامِ طلا میں نہ مردِ حق پرور
امامِ وقت نائب ہیں یہ جلال سے ڈر
جواں ہے جرأتِ اخلق، پیر ہیں محسن
بڑے امیر کے در کے فقیر ہیں محسن

﴿۸۲﴾

اب ان کے بعد ہم اے منتظر(۱) کہاں جائیں
ملے گی آج یہ جرأت کدھر، کہاں جائیں
ہزار در ہیں کشادہ، مگر، کہاں جائیں
نہیں جو خضر تو اہلِ سفر کہاں جائیں
زوالِ عزم و عزیمت ہے اس زعیم کی موت
وفاتِ علم و عمل محسن الحکیم کی موت

(۱) امام غائب

﴿۸۳﴾

دیا تھا جس نے زمانے کو درسِ قرآنی
اب اس کے واسطے ہوتی ہے فاتحہ خوانی
نہ کیوں رلائے شریعت کدے کی ویرانی
اجاڑ ہوگئی یہ درس گاہِ روحانی
خزاں نصیب ہوا آرزو کا باغ افسوس
حرمِ علم کا گُل ہوگیا چراغ افسوس

﴿۸۴﴾

ابھی تو قوم کی تنظیمِ عام باقی ہے
حیاتِ نَو کا ابھی اہتمام باقی ہے
ابھی اشاعتِ حق کا پیام باقی ہے
جو تھا حضور کے ذمے وہ کام باقی ہے
نہیں ہے صورتِ اصلاحِ مومنین ابھی
مقیمِ منزلِ اوہام ہے یقین ابھی

۸۵

ابھی تو برسرِ پیکار حق سے ہے باطل
ابھی تو سر پہ ہے طوفان، دور ہے ساحل
ابھی تو ذوقِ ہدایت ہے طالبِ منزل
ابھی تو پردۂ غیبت ہے راہ میں حائل
وقارِ حق کا ادھورا ابھی فسانہ ہے
ابھی ظہورِ امامت میں ایک زمانہ ہے

۸۶

کھڑے ہیں دیر سے مشتاقِ دید ڈیوڑھی پر
کچھ ان میں اہلِ عمل ہیں کچھ ان میں اہلِ نظر
نگاہِ شوق لگی ہے بسوئے پردۂ در
یہ ولولہ، کہ برآمد ہو قوم کا رہبر
یہ لوگ لے کے کوئی التماس آئے ہیں
جنابِ قبلہ و کعبہ کے پاس آئے ہیں

۸۷

مچل رہے ہیں وہ ارماں جو بر نہیں آتے
تڑپ رہی ہیں نگاہیں، نظر نہیں آتے
غمِ فراق سے دل راہ پر نہیں آتے
کوئی یہ عرض تو کردو، اگر نہیں آتے
نگاہِ لطف سے غم کے پہاڑ کٹ جائیں
حضور ایک نظر دیکھ کر پلٹ جائیں

﴿۸۸﴾

مجھے کہاں سے کہاں لے گیا بھٹک کے خیال
یہاں نجف میں کہاں! جن کے غم میں دل ہے نڈھال
یہ مرگِ بے وطنی میں حسینؑ کی ہیں مثال
عراقیوں کا وہ ماضی تھا، یہ شقاوتِ حال
وطن سے دور، مریض، اور پھر حراست میں
یہ مثلِ عابدِؑ بیکس ہیں اس مصیبت میں

﴿۸۹﴾

کہاں غریب نے جورِ فلک سے رحلت کی
جہاں نہ اہلِ عقیدت، نہ تھا عزیز کوئی
سنا گیا ہے کہ آئی نہ نزع میں ہچکی
نہ مل سکا کوئی یٰسین پڑھنے والا بھی
یونہی یہ عاشقِ شاہِ حُنینؑ تنہا تھے
کہ بعد عصر کہ جیسے حسینؑ تنہا تھے

﴿۹۰﴾

خبر نہیں ہم یں یہ بھی بہ دورِ چرخِ کہن
یہ اپنی موت مرے، یا ملی ہے مرگِ حسنؑ
عراقیوں کے ہیں ممنون پھر بھی اہلِ زمن
کہ رحم کھا کے انہیں دے دیا ہے غسل و کفن
ہوئی تو دفن غلامِ شہؑ حنینؑ کی لاش
اسی عراق میں بے گور تھی حسینؑ کی لاش

﴿۹۱﴾

کھٹک رہا ہے یہ کانٹا نگاہِ فطرت میں
نہ دخل تھا جو سیاست کو ان کی رحلت میں
تو خوف کاہے کا تھا پھر دلِ حکومت میں
کہ لاش دفن ہوئی فوج کی حراست میں
نہ بیٹیاں تھیں نہ میّت پہ بیٹے پوتے تھے
حسینؑ اپنے غریب الوطن کو روتے تھے

﴿۹۲﴾

بہن بھی رو نہ سکی جس کی لاش پر وہ حسینؑ
پرائے دیس میں جو کر گیا سفر وہ حسینؑ
لہو سے جس کے ہے خاکِ عراق تر وہ حسینؑ
نسیمؔ سب جسے روئیں گے عمر بھر وہ حسینؑ
وہی حسینؑ پیمبرؐ کا جو نواسا تھا
جو قتل گاہ میں سولہ پہر کا پیاسا تھا

(نسیم امروہوی)

کراچی، ۱۹ جولائی ۱۹۷۰ء